V. E.
4

Muallim-i-Sani
Shaikh-ur-Rayis Hakim
Bu Ali Sina.
by
Bu Ali Sina

قصص الاولین مواعظ الآخرین

کارخانہ پیسہ اخبار کے سلسلہ تذکرۃ المشاہیر میں سے

مُعلّمِ ثانی

شیخ الرئیس حکیم بو علی سینا

شرف الملک حسین بن عبداللہ بن حسن بن علی بن سینا

کی زندگی کے حالات

جو رسالہ حسن سے بہ اجازت ری پرنٹ کئے گئے

تیسری مرتبہ ۱۹۰۹ء میں

کارخانہ پیسہ اخبار لاہور کی خادم التعلیم سٹیم پریس مین

باہتمام ... الدین پرنٹر طبع ہو کر شائع ہوئے

... تین آنے

معلم ثانی

حکیم ابو علیؒ شیخ الرئیس شرف الملک حسینؒ بن عبد اللہ بن حسنؒ بن علیؒ بن سیناؒ کی

سوانح عمری

ابو علی (شیخ الرئیس) زمانہ اسلام کے نامور حکیموں اور طبیبوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ جسکے علم و فضل کی تعریف میں صرف یہی دلیل کافی خیال کیجاتی ہے کہ اس زمانے سے اب تک مسلمانوں میں کوئی شخص انکا ہم پلہ پیدا نہیں ہوا۔ شیخ کا باپ عبد اللہ شہر بلخ کے نامور لوگوں سے تھا۔ اور وہاں کی گورنمنٹ سے کوئی خدمت بھی اسکی مفوض تھی

ل سینا شیخ کے سلسلہ اجداد میں پانچویں پشت پر ہے۔ قطب الدین لاہجی نے شیخ کی تذکرہ میں لکھا ہے کہ سینا فخر الدولہ دیلمی کا وزیر تھا۔ لیکن اسکو اُس وقت کے مؤرخ بیان کرتے ہیں نہ ہو کہ بھر گیا ہے کیونکہ سینا اور فخر الدولہ کے زمانہ میں ایک سو سال سے زیادہ کا فرق ہے۔ بلکہ سینا سلاطین سامان کی ابتدائی عہدہ میں بخارا میں عہدہ جلیلہ سے سرفراز اور نظم و نسق کا مختار تھا۔ منہ

منصور بن عبد الملک سامانی کے عہد دولت میں وہ بخارا کو آیا۔ چونکہ وہ نہایت لایق اور تجربہ کار تھا منصور کے وزیروں نے اسکی قدر کی اور اسکو نوکر رکھ لیا۔ اور وہ مدت تک اسی حالت میں بخارا میں مقیم رہا۔ پھر وزیروں نے اسکو خرمثین کو روانہ کیا کہ وہ وہاں کی رعیت کو امن و امان کے ساتھ رکھے۔ وہاں ایک گاؤں تھا جسکا نام افشنہ تھا۔ اور جسکے قریب میں سامان ایک مشہور مقام ہے۔ یہاں پر اُس نے ایک عورت سے جس کا نام ستارہ تھا نکاح کر لیا۔ بعد نکاح خدا نے اسکو ایک ایسا نامی فرزند عطا کیا جس سے آجتک اُسکا نام زندہ و روشن ہے ✤

بقول مشہور تیسری صفر ۳۷۳ھ میں اور ایک روایت صحیح کے بموجب ۳۹۳ھ میں مقام خرمثین میں شیخ پیدا ہوا اسکا نام حسین رکھا گیا۔ اسکی مدت رضاعت ادا ہوئی برس ہی کے بعد عبد اللہ کے ایک اور لڑکا پیدا ہوا جسکا نام اُس نے محمود رکھا۔ اُس وقت حسین کی عمر پانچسال کی تھی ✤

جب عبد اللہ کو خرمثین کے انتظام سے فراغت حاصل ہوئی تو وہ مع اپنی بی بی اور لڑکوں کے دوبارہ بخارا کو واپس آیا۔ چونکہ شیخ میں بچپن ہی سے دانائی اور اولوالعزمی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اسلئے اس کے باپ نے اسکو ایک معلم کے سپرد کیا تاکہ وہ قرآن اور اور علوم دین کی تعلیم پائے۔ جب وہ اس سے فارغ ہو گیا۔ تو معلم نے اس کو اصول علم ادب یعنی نحو صرف۔ لغت معانی۔ اور بیان وغیرہ کی تعلیم دینی شروع کی شیخ نے ان علوم میں پانچ سال کے عرصہ میں کامل دستگاہ پیدا کر لی۔ جب اسکو ان علوم سے بھی فراغت حاصل ہو چکی تو اُسنے محمود مساح کی شاگردی اختیار کی جو ایک بقال تھا۔ اور یہ شخص ریاضی میں آپ ہی اپنی نظیر تھا۔ بوعلی نے اس سے حساب اور جبر و مقابلہ سیکھ لیا۔ بلکہ اُسکو ان علوم میں وہ مہارت اور ملکہ ہوا کہ وہ اپنے استاد کے ہمرتبہ ہوگا۔ پھر اُس نے اسمٰعیل زاہد سے فقہ کی تحصیل کی اس میں اس نے سوال کے طریقے اور اعتراض کے وجوہ اور مجیب کے جواب کا طریق عمل جیسا کہ مروج تھا سیکھ لیا ✤

چونکہ عبد اللہ ناتلی علم منطق میں بڑا کامل استاد مانا جاتا تھا۔ عبد اللہ نے

لہ نامد ایک گاؤں کا نام ہے جسکو فی الحال فتیل کہتے ہیں اور یہ کھور مازندران کے توابع میں ہے

اسکی دعوت کی اور اوس سے اوس بات کی درخواست کی کہ وہ اسکے لڑکے (بوعلی) کو منطق کی تعلیم نہایت عمدہ طریقے سے کرے عبداللہ ناتلی نے اسکی درخواست کو منظور کیا۔ اور بوعلی کو کتاب ایساغوجی شروع کرائی جب اُس نے جنس کی تعریف اس طرح شروع کی۔

اَلجِنس ھو المقول علی الکثرۃ المختلفۃ الحقائق فی جواب ما ھو۔ کہ

جنس وہ کلی ہے جو اجزاء مختلف الحقایق کے جواب میں محمول ہوتی رہی" یہ کہکر وہ خاموش ہوگیا اس تعریف پر شیخ نے اسقدر اعتراض کیے جسکو سنکر استاد حیران اور اسکی رد کرنے سے عاجز ہوگیا پھر تو بوعلی نے خود ہی نہایت محققانہ رائے سے اسکے جوابات ادا کیے جس سے استاد کے شبہات رفع ہوگئے۔ اُسوقت سے استاد اُسکے حسن بیان سے حالت استعجاب میں پڑگیا اور پھر وہ ہمیشہ اُسکی تعریف کرتا رہتا تھا۔ ناتلی نے شیخ کے باپ کو بلوایا اور خفیہ طور پر اس سے بیان کیا کہ تیرا لڑکا نہایت ذہین ہے۔ اُسنے شیخ کی تعریف کو اسکے سامنے دوہرایا اور کہا کہ اس لڑکے کی نہایت حفاظت کرنا۔ پھر وہ اُس کی تعلیم و تربیت میں زیادہ توجہ اور التفات کے ساتھ کام لیتا تھا جب شیخ ناتلی سے منطق کی تحصیل کر چکا تو اُس نے اقلیدس کی ابتدائی چند شکلیں اوستاد سے سیکھنے کے بعد باقی شکلوں کو خود اُسنے اپنے قوت مطالعہ سے حل کر ڈالا اور خود ہی اوستاد کے سامنے اُس علم کی عمدہ باتیں بیان کرتا تھا۔ جس سے اوستاد کا استعجاب بڑھتا جاتا تھا پھر اُسنے متوسطات کی تکمیل اور پھر مجسطی شروع کی جب اُسکو اس علم کے مقدمات سے فراغت ہوئی اُس نے ہندسی اشکال کیطرف توجہ کی۔ جب ناتلی نے یہ دیکھا کہ اب اچھی طرح سے اسکی تفہیم مجھ سے نہیں ہوسکتی تو اُسنے شیخ کو یہ ہدایت کی کہ تو اس کتاب کو بطور خود دیکھ ڈال اسپر بھی اگر کوئی مسئلہ حل طلب باقی رہ جائے تو میں اُسکو حل کردونگا۔ بوعلی نے اسکی ہدایت پر عمل کیا اور تھوڑے دنوں میں مجسطی کے مشکل مسایل کو حل کرکے تلمبند کرتا گیا۔ اس اثنا میں ناتلی کو گرکانج (مملکت خوارزم کا ایک آباد شہر جو اجکل آبا و مشہور ہے) جانیکا اتفاق ہوا۔ اسوجہ سے شیخ استاد کی صحبت سے محروم رہا اور اسی خیال سے اُسنے اپنے اوپر او سخت محنت گوارا کی اور وہ رات دن کتابوں کے مطالعے میں اسقدر محو رہا کرتا تھا۔ کہ اُسکو دن اور رات کی مطلق خبر نہیں ہوتی تھی۔ اسی مشغلہ کے اثنا میں اُسنے اپنے کتب خانہ کو اکثر عمدہ علمی کتابوں سے آراستہ کرلیا جب وہ علم طبعی اور علم الٰہی سے فارغ ہوا۔ تو اُسکو علم

طب کی تحصیل کا شوق دامنگیر ہوا اُسنے ابو منصور حسن بن نوح القمری کو انتخاب کیا جو اس علم کا بڑا ماہر تھا تھوڑے ہی زمانے میں اُسنے علم طب میں وہ دستگاہ کامل پیدا کی کہ بڑے بڑے اُستاد بھی اُس سے علم کے دقایق کی تعلیم پاتے تھے پھر اُسنے طب میں ایک نہایت عمدہ کتاب تصنیف کی جس میں علم طب کے اجزائے نظری و عملی کو نہایت عمدہ طریقے سے بیان کیا۔ غرضکہ اُسکو طب میں وہ ملکہ پیدا ہوا کہ نامور استاد و طبیب حاذق بھی اُس کی شاگردی کو باعث فخر سمجھنے لگے۔ اور اسکی بیش بہا تحقیقات سے فائدہ اٹھانے لگے؛

اس کے بعد شیخ نے مطب کھولا اور بیماروں کا علاج کرنے لگا۔ جو بیمار کہ امراض میں مبتلا ہوتے تھے۔ وہ اُس کے حسن تشخیص اور خوبی معالجہ سے شفایاب ہوتے تھے؛

اِس مطب کے زمانے میں جو صبح و شام بیماروں کے دیکھنے اور اُن کے علاج کرنے میں اسکا وقت صرف ہوتا تھا۔ اُس نے فقہ کے مشغلے کو بھی جاری رکھا۔ بلکہ وہ اُس زمانے میں بھی اپنے ہمعصر فقیہوں سے مناظرہ اور مباحثہ کرتا رہتا تھا؛

مورخین کا بیان ہے کہ اُس زمانے میں جبکہ وہ اس مرتبہ کو پہونچا تھا۔ اس کی عمر بیس برس کی نہیں ہوئی تھی۔ اسکے بعد اسنے دوبارہ منطق اور باقی علوم فلسفہ کو دیکھنا چاہا۔ اور سال بھر ان علوم کے مطالعہ میں اسقدر مستغرق رہا کہ رات کو اتنا ہی سوتا جس سے خواہش نفسانی کو کسیطرح کا نقصان نہ پہونچے اور کھانا اتنا کھاتا تھا جس سے بدن ضعیف نہ ہونے پائے۔ جب نیند کا غلبہ ہوتا تو وہ مقوی شربت پیا کرتا تھا؛

بیان کیا جاتا ہے کہ جب منطق [illegible] مسئلہ اُس سے حل نہ ہوتا تو وہ بعد طہارت کے مسجد کو جاتا اور خدا [illegible] حل ہونیکی التجا کرتا۔ خدا کی قدرت کہ وہ مسئلہ حل ہو جاتا اور [illegible] ہو جاتا۔ وہ ہمیشہ تصنیف و تالیف اور تقریریں کرتا رہتا تھا؛

اسکے بعد وہ کتاب مابعد ا[illegible] مطالعہ میں مصروف ہوا جس کو علم

ماقبل الطبیعت اور علم کلی اور فلسفہ اولی بھی کہتے ہیں۔ اِس علم میں اُن موجودات میں بحث ہوتی ہے جنکا وجود خارجی اور ذہنی مادہ کا محتاج نہیں ہوتا۔ مثلاً ذات باری اور مجردات وغیرہ۔ چونکہ یہ علم نہایت نازک اور اسکے مسائل بہت پیچیدہ ہوتے ہیں گو شیخ نے انکے سمجھنے میں بہت کوشش کی تاہم وہ اُسکے سمجھنے میں پورے طور پر کامیاب نہیں ہوا اور جسکی وجہ سے وہ پریشان خاطر ہوا اور اُسنے مطالعہ ترک کردیا۔ وہ اسی پریشانی کی حالت میں تھا کہ اتفاق سے ایک روز بازار میں اسکا جو گذر ہوا تو ایک شخص ایک کتاب بغرض فروخت اُسکے پاس لایا۔ شیخ نے اسکو کھولا اور چند سطریں اسکی پڑھیں تو معلوم ہوا کہ یہ کتاب مابعد الطبیعت میں لکھی گئی ہی چونکہ شیخ کی طبیعت اوس سے اوکتا گئی تھی اسلئے اُسکو اس کتاب کے خریدنے میں تامل ہوا بائع نے کہا اگر آپ اس کو خریدیں گے۔ تو بہت سستی قیمت میں آپ کو دیجائے گی۔ اسلئے کہ مالک کتاب بہت کم استطاعت بلکہ محتاج ہے۔ اگر آپ اس کتاب کی قیمت میں مجھکو صرف تین درہم بھی دیں گے تو نہ صرف میں ممنون ہونگا بلکہ آپ مالک کتاب کی دعائے خیر کے مستحق ہونگے۔ بوعلی نے اسکی خاطر سے چند درہم دیکر کتاب خرید لی جب وہ گھر پہنچا دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ابونصر فارابی معلم ثانی کی تصنیف ہے۔

غرض یہ کہ شیخ مایوسی کے ساتھ اُسکو دیکھتا گیا۔ خدا کی قدرت کہ اُس کتاب میں علم الٰہی کی معرکہ آرا اور پُر پیچ مسائل اس خوبی اور صفائی کیساتھ بیان ہوئے تھے کہ فوراً اُسکی سمجھ میں آگئے۔ اس سے بوعلی کو اسقدر خوشی ہوئی کہ وہ پھولا نہیں سماتا تھا۔ اور اُس نے اُس کے شکریہ میں خالصاً غریبوں اور مسکینوں کو خوش کیا۔

روایت ہے کہ اس زمانے میں امیر نوح بن منصور سامانی بہت بیمار ہوا شہر کے نامی اطبا جوں جوں اُسکا علاج کرتے جاتے تھے۔ اس کا مرض بڑھتا ہی جاتا تھا۔ آخر وہ بیزار اور معالجہ سے دست بردار ہو گئے۔ چونکہ بوعلی کے علم و عمل کا جابجا چرچا ہو رہا تھا۔ جب بادشاہ کے سامنے اُسکا ذکر آیا تو اسنے اس کے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ شیخ آیا اور بیماری کی اگلی سب کیفیت دریافت کی جسکے معلوم کرنے سے اُسنے مرض کی تشخیص کرلی اور علاج شروع کردیا۔ بفضل خدا تھوڑے عرصے

میں بادشاہ دن بدن تندرست ہوتا گیا۔ بعد صحت بادشاہ نے اُسکو بہت کچھ عطیات اور صلات شاہی سے مالامال کر دیا۔ اور اسقدر اسکا معتقد ہو گیا۔ کہ دم بھر اُسکو اپنے پاس سے جدا نہیں ہونے دیتا تھا اور اپنے سب امیروں اور وزیروں سے اوسکو زیادہ چاہنے لگا۔

اس زمانے میں شیخ نے بادشاہ سے کتب خانہ دیکھنے کی اجازت حاصل کی اور جب اسکو اجازت مل چکی تو وہ رات دن کتب خانہ میں کتابوں کا مطالعہ کرتا تھا۔ گو یہ محنت سخت اور دشوار تھی لیکن وہ اس پر مثل عشق کے خوش گوار گذرتی تھی۔

کتب خانہ شاہی میں ایک ہی کتاب کی جو متعدد کاپیاں (نسخے) تھیں وہ ان میں سے چھانٹ کر اپنے کتاب خانے کے لیے جمع کرتا گیا۔ اور جس نایاب کتاب کی ایک ہی کاپی ہوتی تھی۔ اسکی خود ہی نقل کر لیتا تھا یا اوروں سے اُسکی نقل کرا لیتا تھا۔

یہ محض خدا کی عنایت اُسکے شامل حال تھی۔ جو اسکو ایک ایسا بے نظیر کتب خانہ میسر آیا۔ جس میں نامور متقدمین و متاخرین مصنفوں کی عمدہ اور مفید کتابیں جمع تھیں۔ اور ان کتابوں کے مطالعے سے وہ ایک عرصۂ قلیل میں معقول اور منقول کا عالم جیّد بنگیا۔

بوعلی کا کتب خانہ میں جانا۔ اور اسکے کتب خانہ کے چھوڑنیکے بعد اسکو آگ لگنا یہ بھی ایک عجیب اتفاق کی بات تھی جس وجہ سے اُسکے معاندوں کو اسکی شکایت کا خوب ہی موقع ہاتھ آیا اور انھوں نے اسکو بادشاہ کا معتوب بنانا چاہا لیکن ان کو اس معاملے میں کامیابی نہیں ہوئی اور اُن کی سب کوششیں رائگاں گئیں۔ انھوں نے بادشاہ سے کہا کہ شاہی کتب خانے میں جو آگ لگی۔ اور کتابیں جلکر خاک سیاہ ہو گئیں یہ سب بوعلی کی شرارت تھی۔ اور اس سے اسکا مقصود یہ تھا۔ کہ ان کتابوں کے فنا ہونے کے بعد وہ اپنی تصنیفات کو سلسلے کو دنیا میں شایع کرے تاکر لوگ اسی کو علوم و فنون کا موجد خیال کریں لیکن انکی اس چغلی سے بادشاہ کے دل میں بوعلی کی جانب سے ذرا بھی شبہ نہ ہوا

اسی زمانہ میں ابو الحسن عروضی نے شیخ سے اسبات کی درخواست کی کہ وہ علم حکمت میں کوئی جامع کتاب تصنیف کرے۔ شیخ نے اسکی درخواست کے بموجب کتاب مجموع تصنیف کی جسمیں سوائے ریاضی کے اور سب علوم فلسفہ نہایت شرح و بسط کے ساتھ درج ہیں ؛

یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ شیخ ابو بکر برقی خوارزمی کو جو فقہ اور تفسیر کا بڑا عالم تھا تحصیل علوم کا شوق ہوا۔ اُسنے شیخ سے التماس کیا کہ وہ علم حکمت میں ایک جامع کتاب تصنیف کرے کہ فلسفہ کا کوئی جزو اوس سے نہ چھوٹے بو علی نے اسکی درخواست پر کتاب حاصل و محصول جو چھبیس جلدوں میں ہے لکھی۔ پھر ابو بکر نے اسکو علم اخلاق میں کسی کتاب کی تصنیف کرنے پر آمادہ کیا تو اوسنے کتاب البر و الاثم تصنیف کی ابن خلقان کا بیان ہے کہ ان کتابوں کی تصنیف کے زمانہ میں شیخ کی عمر بائیس سال کی تھی

اسی زمانے میں امیر نوح بن منصور کی وفات واقع ہوئی اُسکی موت کیوجہ سے سلاطین سامانی کا دور حکومت بھی ختم ہو گیا۔ اور بخارا میں چار دفعہ فتنہ و فساد برپا ہوا گو کہ منصور بن امیر نوح اپنے باپ کی جگہ پر سریر آرائے سلطنت ہوا لیکن اس فتنہ و فساد نے پولیٹیکل امور میں ایسا تزلزل اور تہلکہ پیدا کر دیا کہ سلاطین سامان کو کامیابی ہوتی تھی اور اسکے ساتھ ہی سلاطین غزنین کو ترقی بھی ہوتی گئی ؛

ایک مدت تک بخارا کا یہی حال رہا اور سامانیوں کی سلطنت ہمیشہ کیلئے دنیا سے نیست و نابود ہو گئی۔ اور اسی اثنا میں بو علی کے باپ کا بھی انتقال ہو گیا اور بو علی بے سرو سامان کی وجہ سے نہایت خستہ و پریشان حال ہو گیا۔ ناچار وہ سفر کرنے پر آمادہ ہوا اور گرگانج کو روانہ ہوا ؛

چونکہ سلطان خوارزم کا وزیر ابو الحسین سہلی بڑا فقیہ اور فقہا کا قدر دان تھا شیخ نے اُس سے ملاقات کرنی چاہی۔ سفر کی تکان سے ایک دو روز آرام پاکر اسکی ملاقات کو گیا اسنے شیخ کی ویسی ہی قدر و منزلت کی جیسی کہ ایک ایسے قابل قدر شخص کی کرنی چاہیے تھی ؛

جب مجلس سے تمام لوگ اٹھ گئے تو اُسوقت شیخ نے فقہ کی بحث چھیڑی ابو الحسین کو معلوم ہو گیا کہ یہ شخص نہ صرف عالم فقہ ہے۔ بلکہ اگر وہ اس علم میں اجتہاد کا دعویٰ

کرے تو کوئی بیجا نہیں ہے +

پھر اسنے شیخ سے اسکا نام و نشان پوچھا جب اسکو معلوم ہوا کہ یہی شیخ الرئیس ہیں تو وہ بہت خوش ہوا اور اسکو بادشاہ کے پاس لیگیا۔ بادشاہ نے بھی اسکی تعظیم و توقیر کی۔ دوسرے روز بادشاہ نے اسکو پھر بلوایا جب شیخ آیا تو اُسکے ساتھ الطاف خسروانہ سے برتاؤ کیا گیا اور اُسکے رہنے کے لئے ایک نہایت عمدہ عالیشان محل خالی کردیا گیا اور حوائج ضروری کے لئے ایک مناسب مشاہرہ مقرر کردیا گیا۔ چونکہ سلطان خوارزم علم دوست تھا اسلئے اُس کی مجلس میں حکیم۔ طبیب۔ منجم ادیب اور شاعر وغیرہ غرضکہ ہر ایک علم و فن کے صاحب کمال لوگ جمع رہتے تھے اسنے شیخ کو بھی اپنی مجلس علمی کا ممبر بنایا۔ اور ہمیشہ وہ اس مجلس کے مباحثے اور مناظرے کا لطف صحبت اوٹھاتا رہتا اور مدت تک ایسی صحبت رہی +

جب سلطان محمود غزنوی نے خوارزم شاہ کے ملک پر فوجکشی کی اور غلبہ ہوا اور وہ ملک اُسپر بحال رکھا گیا۔ اسپر بھی خوارزم شاہ اُسکی عدول حکمی نہیں کرسکتا تھا یہ موقع پاکر غمازوں نے سلطان محمود کے سامنے چغلی کھائی اور محمود کو یہ سکھلایا کہ بوعلی بڑا سخت متعصب شیعی اور اس مذہب کی اشاعت کا ساعی ہے۔ شیخ کی جان کا دشمن بنا دیا +

چونکہ سلطان محمود بھی مذہب سنت و جماعت کا بڑا حامی تھا اسکو ایک ایسے فاضل اور حکیم شخص کا مذہب شیعی کا سویہ ہونا خلاف مصلحت معلوم ہوا اسنے خوارزم شاہ کو ابوالفضل حسن بن میکال کی زبانی کہلا بھیجا ہم سنتے ہیں کہ تمہارے یہاں بڑے بڑے صاحب کمال ہیں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ ہم بھی ان کی صحبت سے لطف اٹھائیں۔ اس لئے آپ اپنے یہاں کے منتخب لوگوں کو ہمارے در دولت پر حاضر کردیں +

اس سے سلطان محمود کا مقصد یہ تھا۔ کہ جب خوارزم شاہ شیخ کو میرے پاس بھیجے گا۔ تو میں اُسکو قتل کرا دوں گا غرضکہ خوارزم شاہ سلطان محمود کے پیغام سے اسکا جو مقصد تھا سمجھ گیا اور اسنے ابوریحان اور شیخ الرئیس کو یہ سکھلا دیا کہ جب حسن بن میکال آکر سلطان کا پیام پہونچائے تو تم اسوقت بر سر دربار اسکے پاس

جانے سے انکار کر دینا گو میں تم کو غزنین کے جانے پر مجبور بھی کر دونگا۔ لیکن تم ہرگز قبول نہ کرنا۔ اور پھر مجھکو عذر کرنے کیلئے ایک کافی وجہ ہو جائے گی۔

جوں ہی کہ شیخ اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور سفر کرنے پر آمادہ ہوگیا اور نکل کھڑا ہوا۔ لیکن ابوریحان اور ابن الخمار نے غزنین کے جانے میں اپنی رضامندی ظاہر نہ کی۔

غرضکہ جب حسن بن میکال خوارزم شاہ کے پاس سے بے نیل مرام واپس ہوا اور سلطان محمود سے صورت بیان کی چونکہ سلطان محمود اُس کے قتل پر بالکل آمادہ ہوگیا تھا۔ اُسنے یہ تدبیر سوچی کہ شیخ کی متعدد تصویریں کھینچوا کر اُسکے سراغ سے اُسکو گرفتار کیا جائے۔ چنانچہ اُسنے ابونصر منصور سے جو فن تصویر کشی میں بڑا اُستاد تھا شیخ کی متعدد تصویریں کھینچوائیں اور ان کو جاسوسوں کے حوالہ کرکے یہ حکم دیا کہ اس حلیہ کا یہ آدمی جہاں کہیں ملے فوراً اسکو بلا تامل پکڑ و اور اسکو ہمارے دربار میں حاضر کرو۔

جب تصویریں کھینچی جاکر جاسوسوں کے حوالے ہوئیں تو وہ شیخ کے سراغ میں متعدد اسمات میں روانہ ہوئے۔ بوعلی بھی قسمت کا مارا اپنی جان چھپائے کوہ و صحرا میں مارا مارا پھرتا تھا۔ وہ ایک مقام سے جرجان اور سے کو معہ اپنے ہمراہیوں کے چلا جا رہا تھا۔ ابوسہل مسیحی راستے ہی میں شدت تشنگی سے مرگیا۔ شیخ بھی چھپتا چھپاتا مقام ابیورد میں پہنچا گو وہ سخت بیمار اور پریشان حال تھا یہاں سے لنساکو (جو علاقہ خراسان کا ایک مشہور شہر ہے) روانہ ہوا اور پھر وہاں سے نکلکر نیشاپور پہونچا۔ اور چند روز تک یہاں مقیم رہا۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ وہ اپنے مقام اقامت سے باہر نکلا ہوا تھا کہ چند آدمی دبی آواز سے باتیں کر رہے تھے۔ شیخ نے انجان طور پر سنا تو اُسکو اپنا نام سنائی دیا اور جب غور سے سنا تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ شیخ (اُسکے) کے فرار ہو جانے اور سلطان محمود کے حکم کا تذکرہ کر رہے تھے۔ اس سے اُسکو سخت تردد ہوا اور اسی میں اپنا امن دیکھا کہ جہاں تک جلد ہو سکے یہاں سے بھاگ جائے لہٰذا وہ فوراً جرجان کو روانہ ہوگیا۔ یہ سلطان قابوس کا زمانہ تھا۔

مورخین کا بیان ہے کہ بادشاہ خود بھی عالم تھا اور علم دوست بھی تھا اسکو ہمیشہ عالموں۔ فاضلوں۔ اور حکیموں کی تلاش رہتی تھی۔ اور وہ ایسا خوش خلق اور کریم النفس تھا۔ کہ ہر شخص اسکا مداح تھا اور اسکی عام نیک عادات کا تذکرہ زبان زد عام تھا۔ اسبات کو معلوم ہونے سے شیخ کسیقدر مطمئن ہوا اور چونکہ وہ مفلس ہو رہا تھا اسنے پیشہ طبابت اختیار کیا اس فن میں وہ بڑا تجربہ کار اور ماہر ہونیکے سبب سے تھوڑے ہی عرصے میں وہ مشہور ہو گیا اور مریضوں کے جوق جوق اسکے مطب میں آنے اور بفضل خدا اُسکے علاج سے سخت امراض سے شفایاب ہونے لگے۔ شیخ بھی معالجات کی فیس سے کسی قدر آسودہ حال ہو گیا؛

اس اثنا میں قابوس کا بھانجا بیمار ہوا اور روز بروز اُسکا مرض بڑھتا جاتا تھا۔ اور عرصے تک وہ بستر مرض پر ناتوان و ضعیف پڑا رہا اسکے سرہانے طبیبوں کا ہجوم رہتا تھا۔ مگر کسی کے علاج سے اُسکا مرض زائل نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ قوی گھٹتے اور مضمحل ہوتے جاتے تھے نہ کسی دعا سے فائدہ ہوتا تھا اور نہ دوا سے؛

اس واقعہ سے قابوس سخت پریشان اور غمگین تھا۔ ایک روز اسکے درباریوں میں کسی یہ ذکر کیا کہ آجکل ہمارے شہر میں ایک نوجوان حکیم نووارد ہے۔ وہ امراض کی خوب تشخیص کرتا ہے۔ بلکہ اُس کے بعض بعض معالجے اعجاز کا نمونہ ہیں۔ یہ سن کر قابوس نے حکم دیا کہ جہانتک جلد ہوسکے اُس کو ہمارے حضور میں حاضر کرو؛

لوگ شیخ کے پاس دوڑے آئے اور اسکو یہ مژدہ سنایا کہ سلطان نے آپکو یاد فرمایا ہے۔ یہ سنکر وہ ان کے ساتھ ہولیا اسنے قابوس سے مرض کے دیکھنے کی درخواست کی سلطان نے اجازت دی؛

شیخ جب مریض کے سرہانے پہنچا اور دیکھا کہ ایک خوب صورت نوجوان جسکی عمر بیس برس سے بھی کم تھی۔ اور جسکے رخساروں پر سبزہ کا غبار تک نہیں تھا۔ بستر مرض پر پڑا ہوا ہے۔ شیخ اُس کے پاس بیٹھا۔ اور اُس کے تیمارداروں سے سب کیفیت دریافت کی کان سب حالات کے سننے اور خود مریض کی صورت حال کے دیکھنے سے اُس کو معلوم

ہو گیا کہ یہ مرض جذبات نفسانی کا نتیجہ ہے۔

پھر اس تشخیص کے بعد اُس نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسے آدمی کو بلالو۔ جو اس شہر کے سب محلوں اور مقامات سے واقف ہو۔ فوراً اس کے حکم کی تعمیل کیگئی۔ اور ایک شخص لایا گیا۔ شیخ نے مجلس سے سب لوگوں کو اٹھوا دیا۔ اور مریض کی نبض پر ہاتھ رکھکر اس شخص سے کہا کہ تم سب محلوں کے نام گنو جب وہ ایک ایک محلہ کا نام گنتا گیا تو ایک محلہ کے نام لینے سے مریض کی نبض میں کچھ عجیب حرکتیں محسوس ہوئیں پھر شیخ نے اسکو روک دیا۔ اور کہا کہ تم اب اس محلہ کے ہر ایک صاحب خانہ کا نام لو اور جب اُس نے اُس محلہ کے ہر ایک صاحب خانہ کا نام بیان کیا تو ایک کے نام لینے پر نبض میں اور بھی عجیب حرکتیں پائی گئیں۔ شیخ نے کہا اب ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو اُس گھر کے سب لوگوں کے نام سے واقف ہو تلاش کرنے سے وہ بھی شخص آیا جو گھر کے سب لوگوں کے نام سے واقف تھا شیخ نے مریض کی نبض پر ہاتھ رکھکر اس سے کہا کہ تم گھر کے سب لوگوں کے نام گنو۔ ایک عورت کے نام لینے سے اُسکی نبض میں بہت ہی عجیب حرکتیں محسوس ہوئیں جنکو پہلی حرکتوں سے بہت کچھ مناسبت نہیں تھی۔

اسکے بعد شیخ نے قابوس سے کہا کہ یہ نوجوان فلان لڑکی پر جسکا گھر فلان محلہ اور فلان گلی میں ہے۔ عاشق ہے۔ درد فراق سے اسکا یہ حال ہو رہا ہے۔ اسکا علاج بجز دیدار اور وصال محبوب کے اور کوئی نہیں ہے۔ گو مریض کے افعال و حرکات سے بھی یہی بات پائی جاتی ہے۔ لیکن کسی نے اسکا خیال تک نہیں کیا۔ پھر قابوس نے جب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ شیخ نے جو بات بتائی ہے وہ صحیح ہے۔

قابوس کو سخت تعجب ہوا اور بیمار کے دیکھنے سے بھی اسکو وہی معلوم ہوا۔ لیکن قابوس نے شیخ سے اُسکا نام و نشان پوچھا اور تصویر کے ملانے سے بھی معلوم ہوا کہ یہی بوعلی ہے۔ تو اسنے اُسکو گلے سے لگایا اور اپنی مسند پر لاکر بٹھلایا۔

پھر قابوس نے اُس سے پوچھا کہ تمنے اِسکے مرض کو کیونکر پہچانا کہ اسکو مرض عشق ہے۔ اور اِسکی محبوبہ کا پتہ کیونکر معلوم کر لیا۔ شیخ نے کہا جب مینے اِسکو دیکھا تب مجھے معلوم ہوا کہ اس کو ابتدا میں کوئی بدنی مرض نہیں ہوا ہے بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اسکو جذبات نفسانی کا مرض ہے سو جب مینے یہ دیکھا کہ وہ اپنے عشق کو بہت چھپاتا ہے۔ اور اپنے راز کا ظاہر ہونا پسند نہیں کرتا ہے تو مینے بھی اس کو ظاہر کرنے پر مجبور کرنا مناسب نہیں خیال کیا۔

اِس سے قابوس نہایت خوش ہوا اور شیخ کی وقعت اُسکے دلمیں اسقدر بیٹھ گئی کہ وہ اُسکے فضل و ہنر کا گرویدہ اور فریفتہ ہو گیا اور اُسکو شاہانہ خلعتوں اور عطیات سے مالامال کر دیا۔

اسکے بعد قابوس نے شیخ کے مشورے سے اُس لڑکی کے ساتھ اسکا نکاح کرا دیا اور پھر اُسکا مرض بالکلیہ جاتا رہا۔

پھر قابوس نے شیخ کو اپنے پاس نہایت خاطر و مدارات سے رکھ لیا۔ اور سلطان محمود سے اُسکے عفو جرائم کی نسبت اسقدر سفارشیں کیں کہ آخرکار سلطان محمود کے دل سے وہ کینہ جو کہ وہ شیخ کی نسبت رکھتا تھا بالکلیہ زائل ہو گیا۔

غرض کہ کچھ مدت تک شیخ نہایت عزت و احترام کے ساتھ قابوس کی صحبت میں رہا اتفاقاً اس زمانے میں قابوس سے رعیت باغی ہو گئی اور ایسا غدر ہوا کہ اُسکی وجہ سے نہ صرف سلطنت میں زوال آیا بلکہ اُسکی سلطنت تباہ و برباد ہو گئی۔ اور آخرکار قابوس بسطام کے ایک قلعہ میں جو خناشک کے نام سے مشہور ہے قید کر دیا گیا اور تھوڑے ہی دنوں میں قتل کر ڈالا گیا۔

چونکہ اب شیخ کا کوئی سرپرست نہیں رہا تھا۔ اسلئے اُسکو وہاں سے نکلنا پڑا۔ اس لئے اُسنے جرجان سے نکلکر دہستان کا راستہ لیا اور ایک مدت تک وہ وہاں مقیم رہا اسی زمانے میں اُس نے اس مقام میں چند کتابیں تصنیف کیں پھر وہ یہاں بیمار بھی ہوا۔

اسی حالت میں دوبارہ جرجان آیا اور اسوقت وہ بہت مفلس ہوگیا تھا اور اسکی حالت بہت ردی ہوگئی تھی اُسنے اپنی اس حالت کے اظہار میں ایک قصیدہ بھی لکھا جس سے اسکی حالت کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ اُس قصیدہ میں ایک یہ بھی بیت ہے

لما عظمت فلیس مصر واسعی   لما غلا ثمنی عدمت المشتری

ترجمہ

جب میری قدر و منزلت بڑھی تو اُسکے رہنے کیلئے کسی شہر کی وسعت کافی نہیں ہو سکتی تھی۔ اور جب میری قیمت گراں ہوگئی تو میں نے خریدار کو مفقود پایا۔

اسی زمانے میں ابو عبیدہ اللہ جرجانی کو جسکا نام عبد الواحد تھا۔ علم فلسفہ کی تحصیل کا شوق ہوا اور وہ شیخ کی صحبت میں عمر کے آخر دم تک رہا۔ چنانچہ اکثر مورخین نے شیخ کے حالات کو اُسی کی روایات سے لکھا ہے اور اسکے سوا اور روائیتوں کو قریب قریب غیر مستند خیال کیا ہے۔

ابو عبید اللہ سے روایت کیگئی ہے کہ ابو محمد شیرازی کو جرجان میں تحصیل فلسفہ کا شوق ہوا اور اُسنے شیخ سے اسبات کی درخواست کی کہ آپ اپنے فضل و کمال سے ہمکو مستفیض فرمائیے۔ پھر ابو محمد شیرازی نے شیخ کے لئے اپنے پڑوس میں ایک مکان خریدا۔ جب شیخ اُس مکان میں رہنے لگا تو وہ ہر روز صبح سے شام تک شیخ کی صحبت میں رہا کرتا تھا اور اسی زمانے میں اُسنے شیخ سے منطق اور مجسطی پڑھی ابو عبیدہ بھی ہر کتاب میں اُس کا شریک رہتا تھا۔

چونکہ اس اثناء میں شیخ ایک مدت دراز تک فتنہ و فساد سے محفوظ رہا تھا اُس نے تصنیف و تالیف کے سلسلے کو پھر شروع کیا اور کتاب اوسط اور کتاب مبدا و معاد تصنیف کی اور جو کتابیں ناتمام رہ گئی تھیں انکی تکمیل بھی کی۔

یہ کتاب اوسط جرجان کے نام سے بھی مشہور ہے اور وہ اسی زمانہ میں لکھی گئی جبکہ شیخ جرجان میں تھا۔

ایک مدت سے شیخ کو جرجان میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ جب اُس کا دل برخاستہ ہو گیا اس سبب سے وہ ملک رے کو روانہ ہوا۔ یہ زمانہ مجد الدولہ اور اُسکی ماں ملکہ کا تھا۔ چونکہ وہ دونوں شیخ کے حال سے بخوبی واقف تھے اسلئے اُنہوں نے شیخ کی بہت خاطر کی اور اُسکو نہایت تعظیم و توقیر سے اپنے یہاں رکھا۔

اتفاقاً اس زمانے میں مجد الدولہ کو مالیخولیا کا مرض ہو گیا۔ ملکہ نے شیخ کو مجد الدولہ کے علاج کرنے کے لئے کہا اور جب شیخ نے علاج کیا تو مجد الدولہ بہت جلد تندرست ہو گیا۔ اور ملکہ بہت خوش ہوئی۔ اور اسکو صلات و عطیات سے بھی خوش کیا۔

شیخ نے انھیں ایام میں کتاب معاد کو مجد الدولہ کے نام سے معنون کیا اور اسی زمانہ میں یہ بھی سنا گیا کہ سلطان محمود تسخیر رے کے ارادے سے نکل چکا ہے اور بہت قریب میں وہ یہاں پہونچنے والا ہے اس خبر کے سننے سے شیخ کو بہت تردد ہوا۔ اور وہ رے سے نکلکر قزوین چلا گیا۔ اور قزوین سے ہمدان کو روانہ ہوا۔ یہ زمانہ شمس الدولہ بن فخر الدولہ کی حکمرانی کا تھا شیخ کد بانویہ کے پاس اترا جو شمس الدولہ کے ایک امیروں میں سے تھا اور کچھ دنوں تک وہ اس کے یہاں بطور ناظر کے رہا۔ اتفاقاً اسی زمانہ میں شمس الدولہ مرض قولنج میں گرفتار ہوا۔ جب شیخ کے مطب کا حال اُس کے گوش زد ہوا تو اُسنے اُسکو اپنے علاج کے لئے طلب کیا۔ شیخ نے حقنہ اور شیاف وغیرہ اعمال طب سے اُسکا علاج کیا اور وہ کچھ عرصے میں چنگا ہو گیا۔ اور اسوجہ سے شمس الدولہ اُس کو بہت چاہنے لگا۔ اور اُسکو اپنا مصاحب خاص بنایا۔

اس اثنا میں شمس الدولہ نے کرمان شاہان او حرب عنازکے ملک پر چڑھائی کی جو کہ اُس ملک کا حاکم تھا۔ اس سفر میں شیخ بھی اُسکے ہمراہ تھا جب دونوں فوجیں ملیں اور جنگ ہوئی تو شمس الدولہ کو فتح نصیب نہیں ہوئی اور اسوجہ سے وہ ہمدان کو واپس روانہ ہوا۔ اور اُسنے شیخ سے درخواست کی

کہ وہ وزارت قبول کرے۔ شیخ نے وزارت قبول کی اور اس خوبی سے عہدہ وزارت کو چلایا کہ لوگ حیران ہو گئے؛

اس زمانہ میں شمس الدولہ کا خزانہ روپے سے خالی ہو گیا تھا اور اہل فوج اور نوکروں اور وظیفہ خواروں اور انعامداروں اور منصبداروں کا تقاضا ہو رہا تھا۔ عام لوگوں نے خیال کیا کہ شیخ ہی نے غبن کیا ہے اور اپنا گھر بھر لیا ہے۔ چنانچہ بعض حاسدوں نے اہل فوج کو یہ ترغیب دی کہ تم شیخ کے مکان میں گھس کر روپیہ اور اشرفی ڈالدو اور بادشاہ سے عرض کرو کہ تمام خزانہ شیخ نے چرا لیا ہے اسوقت ہم بھی تائید کریں گے اور اسکا ثبوت بھی پہونچانے میں تمہاری مدد کریں گے۔ اس سازش کے بموجب لوگوں نے یہ کارروائی کی اور پھر وہ شیخ کو بادشاہ کے پاس پکڑ لے گئے۔ اور بادشاہ کو اُس کے جرم کا ثبوت دے کر اُسکے قتل پر آمادہ کرنا چاہا۔ لیکن شمس الدولہ نے اُن کے اس کہنے سے اصلاً التفات نہیں کیا۔ بلکہ اُس نے اس فتنہ کے فرد کرنے کیلئے یہ پولٹیکل چال اختیار کی کہ شیخ کو چند روز کے لئے عہدہ وزارت سے معزول کر دیا اور اُس کی جگہ پر ابوسعید اور خداک کو عہدہ وزارت سے سرفراز کیا اور اسوجہ سے شیخ معزول ہو کر چالیس روز تک خانہ نشین رہا تھا کہ شمس الدولہ کو مرض قولنج نے پھر عود کیا۔ تو اُسنے شیخ کو بڑی منت اور سماجت سے بلوایا اور جب وہ آیا تو اس سے بہت معذرت کی اور کہا کہ یہ صرف ایک پولٹیکل چال تھی جو میں نے تمکو عہدہ وزارت سے معزول کر دیا کیونکہ بغیر اس کے یہ فتنہ فرو ہونے والا نہیں تھا پھر شیخ اُسکا علاج کرنے لگا اور جب وہ اچھا ہو گیا تو شیخ کو پھر اس عہدہ وزارت سے سرفراز کیا؛

اس زمانہ میں ابو عبید اللہ نے جو شیخ کا شاگرد رشید تھا شیخ سے درخواست کی کہ وہ ارسطو کی کتابوں کی شرح لکھے۔ چونکہ شیخ کو عہدہ وزارت کے کاموں سے مطلق فرصت نہیں تھی اسلئے اس درخواست کو منظور نہیں کر سکا؛

لہ اس لفظ کو حیدرآباد میں اسیطرح بولتے ہیں ورنہ درحقیقت اس لفظ کا صحیح اطلاق مختلف ہو رہا ہے

لیکن اس سے ابو عبید اللہ کا اصرار اور بڑھا اس پر شیخ نے کہا کہ اب مجھکو زیادہ فرصت نہیں ہے البتہ ایسی کتاب لکھ سکتا ہوں جو اعتراضات اور طول و طویل مباحثات سے خالی ہو گی۔ ابو عبید اللہ نے اُس کا شکریہ ادا کیا پس شیخ نے علم طبعیات کو لکھا اور اُسکو اپنی کتاب شفا میں شامل کر دیا۔ اور اُسی زمانے میں کتب خمسہ قانون کی بھی ایک کتاب (حصہ) تصنیف کی:

شب کے وقت جب کہ وہ کاموں سے فراغت پاتا تو اُسوقت طالبعلموں کا ایک جلسہ قائم کرتا اور اُن کے روبرو لکچر دیا کرتا۔ جس سے وہ مستفید ہوتے:

ابو عبید اللہ کا بیان ہے کہ شیخ کے سب شاگردوں سے پہلے میں نے کتاب شفا اُس سے پڑھی ہے اور دوسروں نے میرے بعد اسکو پڑھا ہے پھر ایک مدت تک یہ صحبت رہی:

اتفاقًا اس زمانے میں شمس الدولہ کو حاکم جبال سے جبکہ وہ خود سری اور سرکشی کرنے لگا تھا۔ فوج کشی کرنی پڑی اور اُسنے شیخ کو بھی اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ لیکن شیخ نے ساتھ جانے سے انکار کیا اور استعفا دیکر خود ہمدان میں مقیم رہا۔ جب شمس الدولہ روانہ ہوا تو اثناء راہ میں اُسکو مرض قولنج پھر ہو گیا چونکہ مسافرت میں اسباب علاج آسانی سے میسر نہیں آسکتے تھے۔ مرض بڑھنے لگا۔ اس کے مصاحبوں نے یہی مناسب جانا کہ اُسکو وطن پہونچایا جائے پس وہ اُسکو ایک محفوظ اور آرام کی سواری میں بٹھلا کر ہمدان کو لے چلے۔ ابھی وہ ہمدان کو نہیں پہونچنے پائے تھے۔ کہ شمس الدولہ نے انتقال کیا:

اس کے مرنے کے بعد باتفاق اراکین سلطنت کے اُس کا بیٹا تاج الدولہ سریر آرائے سلطنت ہوا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ پھر امیر دولت نے شیخ کو بلوا کر اُس کو عہدۂ وزارت کے قبول کرنے پر مجبور کیا۔ لیکن چونکہ شیخ کو شمس الدولہ ہی کے زمانے میں جبکہ وہ اس کا سرپرست اور حامی تھا سخت صدمے پہونچے تھے۔ اس لئے اُس نے عہدۂ وزارت کے قبول کرنے سے

انکار کیا بلکہ اندیشے سے وہ ابو طالب عطار کے گھر میں پناہ گزین ہوا جو کہ اُسکا شاگرد تھا۔

یہاں سے اُسنے علاؤالدولہ کو اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ مجھکو حضور کے پاس آنے کا بے حد شوق ہے۔ اگر حضور طلب فرمائیں تو میں نہایت خوشی سے در دولت پر حاضر ہوتا ہوں۔ اور اسنے اُس خط کو خفیہ طور پر علاؤالدولہ کے پاس بھیجا چونکہ یہ زمانہ شیخ کی فرصت کا تھا۔ اور ابو عبید اللہ جو اُس کے ساتھ مثل سایہ کے رات دن لپٹا رہتا تھا۔ وہ ایسے موقعوں کی تاک میں رہتا تھا اور شیخ کو ایسے موقعوں میں تصنیف و تالیف کے سلسلے شروع کرنے میں ترغیب دیتا رہتا تھا۔ اس دفعہ بھی اُس نے اِس خط کو خفیہ طور پر علاؤالدولہ کے پاس بھیجا اور شیخ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ شفا اور قانون کی تکمیل کرے۔ شیخ نے اس کی درخواست کو منظور کیا اور ابو غالب سے لکھنے کا سامان طلب کیا۔ پھر جب لکھنے کا سامان فراہم کر دیا گیا تو اُس نے علم حکمت کو جو کتاب شفا میں نہیں لکھے گئے تھے۔ لکھکر اُس میں داخل کر دیا۔ اور جو علم اور جو مسئلہ کہ جس مقام پر ہونا چاہیئے تھا۔ اُس کو اُسی جگہ قلمبند کرتا گیا۔ اور جب وہ طبعیات اور الٰہیات کے مسودہ اور مبیضہ سے فارغ ہوا تو اُس نے اُس میں علم منطق کا بھی ایک حصہ لکھکر شامل کر دیا۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہ ہر روز کئی ورق لکھتا تھا۔

روایت کی گئی ہے کہ تاج الملک جو شمس الدولہ کے زمانے میں ایک نامور امیر تھا۔ جب اُس کا بیٹا تاج الدولہ حاکم مقرر ہوا تو تاج الملک اُسکا وزیر ہوا۔ اور چونکہ تاج الملک شیخ کا جانی دشمن تھا اُسنے تاج الدولہ کو شیخ سے بدظن کرا دیا۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ شیخ علاء الدولہ کا گماشتہ ہے جو آپ کے پدر بزرگوار کا سخت مخالف رہا ہے اُس سے رسل و رسائل کا طریقہ جاری رکھتا ہے۔ آخر تاج الملک کی بات چل گئی اور اُس نے حکم دیا کہ شیخ کو گرفتار کر کے قید کر دیں۔ تاج الملک نے

حکم حاصل کرکے شیخ کی تلاش میں جاسوس روانہ کئے اور انھوں نے پتہ لگا لیا کہ شیخ ابو غالب عطار کے مکان میں پناہ گزین ہے پس فوراً انھوں نے ابو غالب عطار کے گھر کو محصور کرلیا اور شیخ کو گرفتار کرکے قلعہ بردان جو بغداد سے سات فرسخ کے بعد مسافت پر واقع ہے لیجاکر قید کر دیا۔

شیخ نے زمانہ حبس کو فرصت اور غنیمت جان کر شفا کے بعض اجزا کی جو غیر مکمل تھے تکمیل کی اور کتاب ہدایہ اور رسالہ حی بن یقظان کو بھی اسی زمانہ حبس میں لکھا اور ایک قصیدہ بھی لکھا جس کا ایک بیت یہ بھی ہے ؎

دخولی فی الیقین کما تراہ   وکل الشک فی امر الخروج

ترجمہ

یعنی اس مکان میں میرا داخل ہونا یقینی امر ہے۔ جیسا کہ مشاہدہ کیا جارہا ہے اور یہاں سے نکلنے کے خیال میں محض شک ہی شک ہے۔

اس اثنا میں علاء الدولہ تاج الدولہ کی تنبیہ اور فتح ہمدان کے ارادہ سے آیا چونکہ تاج الدولہ کو اس سے مقابلہ کرنے کی نہ طاقت تھی اور نہ جرات تھی اسلئے وہ بھاگ کر اس قلعہ میں پناہ گزین ہوا جہاں شیخ محبوس تھا اور علاء الدولہ بغیر کسی جنگ و روک کے سیدھا ہمدان میں داخل ہو گیا لیکن اسنے تاج الدولہ کا قصور معاف کرکے اس کا ملک چھوڑ دیا اور خود اصفہان چلا گیا۔

علاء الدولہ کے جانے کے بعد تاج الملک وزیر نے شیخ سے اپنے عفو جرائم کی معذرت چاہی اور اس سے یہ درخواست کی کہ وہ اسکے پاس رہے شیخ نے منظور کیا اور تاج الدولہ کی مصاحبت سے ہمدان کو آیا اور یہاں ایک علوی سید کے گھر میں مقیم ہوا جو اسکا دوست تھا اور جبکہ وہ اس سید علوی

؎ جو کہا جاتا ہے کہ شیخ نے پوری کتاب شفا زمانہ حبس میں لکھی محض غلط ہے لیکن تاریخ سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اسنے اس زمانہ حبس میں اسکے بعض اجزا لکھے ہیں ایسی حالت میں اسکا اتنا کام بھی اسکی قابلیت اور تعریف کیلئے کچھ کم نہیں ہے۔ مترجم

؎ اس شعر میں ہو کاتب سے بجائے "بالیقین" کے "فی الیقین" لکھا گیا ہے لیکن یہ کوئی بات قابل التفات غلطی نہیں ہے (مترجم)

کے گھر میں رہتا تھا شفا کے باقی اجزا کو جو نامکمل تھے پورا کیا اور ایک رسالہ ادویہ قلبیہ کا بھی اسی زمانہ میں لکھا۔

روایت کی جاتی ہے کہ شمس الدولہ کی وفات کے بعد دو سال تک شیخ خانہ نشین رہا۔ اور اس مدت میں وہ تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف رہا چونکہ شیخ مدت سے ایک ہی جگہ رہنے سے اکتا گیا تھا اسنے سفر کرنا مناسب خیال کیا۔ پس وہ صوفیوں کا لباس پہنکر اپنے چھوٹے بھائی محمود اور ابو عبید اللہ اور ایک دو خدمتگاروں کو ساتھ لیکر اصفہان کو چل کھڑا ہوا اور سفر کرتا ہوا مقام طبرک میں پہونچا۔ جو علاقہ اصفہان کا ایک شہر ہے اور ایک دو روز وہاں ٹھہر کر آرام کیا اس اثناء میں علاء الدولہ کو جب اسکے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو اوسنے اپنے امیروں وزیروں علماء اور فضلا کو اسکے استقبال کیلئے بھیجا اور شیخ کی سواری کیلئے ایک گھوڑا جو شاہی زیور سے سنوارا گیا تھا مع ایک گرانبہا خلعت کے شیخ کی خدمت میں بھیجا انھوں نے اسکا استقبال کیا اور بڑی ہی تعظیم و توقیر اور جلوس کیساتھ اسکو لے آئے اور شیخ کو عبد اللہ بن ابی کے یہاں اوتارا جو ایک معزز اور متمول آدمی تھا۔ اور اسکی ضروریات اور مایحتاج کی چیزیں ہر وقت مہیا رکھی رہتی تھیں۔

دوسرے دن علاؤالدولہ نے شیخ کو مدعو کیا پھر اس نے یہہ بھی حکم دیا کہ تمام عالم اور فقیہ ہر جمعہ کی رات کو ہمارے دربار میں حاضر ہوا کریں اور سوائے علمی مناظرہ اور مباحثہ کے اور کوئی بات نہ کریں۔

روایت کی جاتی ہے کہ ہر شب جمعہ کو علما جب علاؤالدولہ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو شیخ کسی مسئلے کو پیش کرتا اور چونکہ اسکے سامنے کوئی شخص اس مسئلہ کی نسبت تقریر کرنے کی جرات نہیں کرسکتا تھا اسلئے وہ خود ہی اس مسئلہ پر اس خوبی اور تحقیق سے بحث اور گفتگو کرتا کہ سب لوگ ہمہ تن گوش ہو جاتے اور جس کسی کو کچھ شبہ ہوتا وہ اسکو شیخ سے پوچھ لیتا اور شیخ اس تحقیق سے حل کر دیتا کہ پھر اسکو اس مسئلہ کی نسبت شک باقی نہ رہتا۔

اسی زمانے میں ابو حیان جو بڑا ادیب تھا ایک رات کو وہ بھی علاؤالدولہ کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا اُسنے علم لغت کے متعلق کچھ بحث چھیڑی شیخ نے علم لغت کے متعلق بھی اپنے غرور علم سے کچھ تقریر کی۔ لیکن سچ یہ ہے کہ شیخ کی یہ تقریر کچھ باوقعت نہیں تھی۔ کیونکہ اُسکو اب تک اس علم کی طرف توجہ کرنیکا خیال نہیں ہوا تھا اسپر ابو حیان نے کہا بیشک آپ کو علم حکمت اور فلسفہ میں ایسا کمال ہے جو دوسرا شخص اگر آپکے سامنے اسکا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ثابت ہوگا اور آپ کا قول قابل صحت سمجھا جائیگا۔ لیکن یہ علم ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اسکی نسبت اگر کوئی بات باوقعت اور قابل صحت سمجھی جاتی ہے تو وہ صرف اہل زبان کا محاورہ ہے اسلیے اسکی نسبت آپ کا قول کبھی حجت نہیں ہو سکتا ۔

یہ بات شیخ کو بہت ناگوار معلوم ہوئی اب اُس نے اپنی پوری ہمت علم لغت کیطرف متوجہ کردی اور کتاب تہذیب اللغت کا مطالعہ شروع کردیا جو ابو منصور ازہری کی تصنیف سے تھی علاوہ اسکے اور بھی دوسری لغت کی کتابوں کو دیکھنے لگا۔ اور ایک عرصہ قلیل میں علم لغت میں وہ ملکہ پیدا کیا کہ اُسکے زمانہ کے سب ادیب اور اہل لغت اُسکو استاد عصر تسلیم کرنے لگے ۔ پھر اسنے ایک قصیدہ لکھا۔ جس میں اُسنے اپنی لغت دانی ظاہر کی اور ایک رسالہ بھی لکھا جو کئی فصلوں پر مشتمل تھا ۔

پہلا طریقہ ابن عمید پر ۔

دوسرا ابن عباد کے طریقے پر ۔

تیسرا ابراہیم ابو اسحٰق کے طریقے پر ۔

شیخ نے اپنے اس رسالے کو پرانی قدیم کتابوں میں شامل کردیا اور بادشاہ سے یہ بات کہی کہ آپ اس رسالے کو ابو حیان کے حوالے کیجیے اور اُس سے کہیے کہ یہ ایک پرانا قدیم رسالہ کتاب خانے میں سے نکلا ہے۔ اور میں اسکے مضامین سے

ملخصاً چونکہ یہ کتاب اس وقت وہاں دستیاب نہیں ہو سکتی تھی اسلیے خراسان سے منگائی گئی ۔

واقف ہونا چاہتا ہوں اور جب اُسکا عجز ظاہر ہو جائے تو اُسوقت میری طرف منسوب کیجئے ورنہ اسوقت تک اس راز کا پوشیدہ ہی رہنا مناسب ہے۔

غرضکہ عادت کے موافق ابومنصور جبان بادشاہ کے پاس آیا باتوں باتوں میں بادشاہ نے اُس سے کہا کہ چند رسالے نظم و نثر کے کتبخانہ سے نکل آئے ہیں میں ان کے مضامین کو معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ ابومنصور نے لیکر اسکو بغور دیکھا لیکن بہت سے مضامین کو پوری طور پر اسکی سمجھ میں نہیں آسکے اس اثنا میں شیخ بھی آپہونچا۔ جن لغات کے معنے ابومنصور سے حل نہیں ہوسکے تھے شیخ نے اُن کو سہل طور سے بیان کی صداقت میں اہل زبان کے محاورات کی اتنی نظیریں پیش کیں کہ سبکو حیرت ہوگئی۔ ابومنصور سمجھ گیا کہ یہ نظم و نثر شیخ ہی کی تصنیف ہے۔ پھر اسنے معذرت چاہی اور شیخ کی لغت دانی کا بھی قایل ہوگیا۔

پھر اُسی زمانہ میں شیخ نے علم لغت میں ایک کتاب لکھی جسکا نام لسان العرب رکھا۔ لیکن چونکہ اس کتاب کا مبیضہ نہیں ہونے پایا تھا کہ وہ اسکی اور بیش بہا کتابوں کے ساتھ تباہ و برباد ہوگئی۔ چنانچہ آگے اُسکا حال مفصل بیان کیا گیا ہے۔

اور اسی زمانے میں علاؤالدولہ نے شیخ کو عہدۂ وزارت سے سرفراز فرمایا۔ روایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے وزارت کے زمانہ میں ہمیشہ آفتاب کے طلوع ہونے سے پیشتر اُٹھا کرتا تھا اور کچھ دیر تک کتابوں کا مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ اسکے بعد مجلس درس میں جا بیٹھتا تھا۔ اسوقت اسکے سب شاگرد بھی جمع رہتے تھے۔ پھر وہ اُن کے سامنے علوم حکمت کے مضامین پر لکچر دیتا تھا۔ جو لوگ نہایت ہی شوق و ذوق سے اسکو سنتے اور فائدہ اٹھاتے جو لوگ اسکی مجلس درس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اُن میں سے بعض کے یہ نام ہیں۔

کیا رئیس[1] بہمن یار[2] ابومنصور زیلہ[3] عبدالواحد جرجانی[4] ابوعبداللہ معصومی[5] سلیمان دمشقی وغیرہم۔

بہمنیار لکھتا ہے کہ اُس زمانے میں ایک شب کا ذکر ہے کہ ہم نے عیش و عشرت میں رات بسر کردی پھر جب صبح کو مجلس درس میں ہم سب لوگ جمع ہوئے تو شیخ الرئیس ...

دینے لگا چونکہ ہم سب کے ہوش حواس بجا نہ تھے۔ اسلئے کوئی شخص توجہ سے نہیں سنتا تھا۔ اور اسلئے فہمیدگی کے آثار کسی کے چہرہ سے ظاہر نہیں ہوتے تھے گو شیخ بہت کوشش کرتا تھا اور مسایل کو نہایت فصاحت اور شرح طور پر بیان کرتا تھا۔ مگر کسی کے ہوش بجا نہ تھے جو پورے طور پر سمجھتا آخر وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہا شاید تم نے راتکو اپنا گرانمایہ وقت لہو و لعب میں کاٹا ہے۔ ہم نے کہا آپ بہت درست کہتے ہیں شیخ نہایت برانگیختہ ہوا اور رنج سے آنکھوں میں آنسو لاکر ایک سرد آہ کھینچی اور کہا افسوس اکہ تم اپنی گرانبہا عمر کو اس بیقدری سے گذارتے ہو اور تحصیل علم سے بے بہرہ رہتے ہو۔ تعجب ہے کہ ایک ذلیل پیشہ کا آدمی بھی اپنے پیشہ میں شبانہ روز محنت کرکے نامور اور صاحب کمال ہو جاتا ہے۔ اور تم حالانکہ اپنے آپ کو شریف سمجھتے ہو۔ اور اہل علم میں اپنے آپ کو شمار کرتے ہو۔ مگر میری رائے میں ایک جاہل سے جاہل آدمی بھی تم سے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ ادائے فرائض سے بے پرواہ نہیں رہتا۔

حاصل کلام اُن سب کے دلوں پہ شیخ کی یہ نصیحت اپنا کام کر گئی اور اُس روز سے وہ سب اُس کی مجلس میں حاضر رہتے اور نماز پنجگانہ بھی اُسی کے ساتھ ادا کرتے تھے۔

ان مشاغل کے بعد شیخ الرئیس امورات انتظام سلطنت کیطرف متوجہ ہوتا اور ہر ایک قسم کی اصلاح و انتظام کے متعلق احکام جاری کرتا۔

روایت کی جاتی ہے کہ اسی زمانے میں جبکہ شیخ الرئیس عہدہ وزارت پر متمکن تھا ایک بڑا امیر مرض مالیخولیا میں مبتلا ہو گیا اور اُسکو یہ خیال بندھا کہ وہ ایک گائے ہو گیا ہے۔ پس وہ گائے کی طرح پکارتا تھا۔ اور جو کوئی اُسکے نزدیک جاتا وہ اُس پر حملہ کرتا اور اگر اُسکو موقع ملجاتا تو وہ لوگوں کو زخمی بھی کرتا۔ اور یہ کہتا کہ میں گائے ہو گیا ہوں اور کاٹ کر میرے گوشت کا ہریسہ بناؤ اور کھاؤ۔ غرضکہ ایک زمانہ تک اسکا یہی حال رہا اور پھر دن بدن مرض بڑھتا چلا اور آخرکار یہ نوبت پہونچی کہ کوئی دوا ہو کہ کوئی غذا ہو اُس سے اُسکا مرض بڑھتا چلا جاتا تھا۔ سب طبیبوں نے اُسکے معالجہ سے ہاتھ اٹھالیا۔ اُسکے عزیزوں نے علاؤ الدولہ سے یہ سب

کیفیت بیان کی اور یہ درخواست کی کہ آپ مہربانی فرماکر شیخ الرئیس کو اسکے علاج کرنے کا حکم دیجیے۔ علاؤ الدولہ نے شیخ کو بلوایا اور اسکا معالجہ کرنے کا حکم دیا۔ شیخ مریض کے مکان پر پہونچا اور اسکے خدمتگاروں اور لونڈیوں سے اس مرض کی کیفیت جیسی کہ دریافت کرنی تھی دریافت کی۔ پھر اس نے اسکے متعلقین سے کہا کہ تم اسکو یہ اطلاع دو کہ آپ ذبح کرنے اور تیرا گوشت کاٹنے کے لئے قصاب آتا ہے یہ کہکر وہ خود بڑے جلوس کے ساتھ آیا۔ اور اسکے ہاتھ میں ایک چھری بھی تھی۔ اسنے کہا وہ گائے کہاں ہے جسکے ذبح کرنے کے لئے مجھکو بلایا گیا ہے۔ اسکو پکڑ لاؤ میں اسکو ذبح کرتا ہوں بیمار یہ سنکر گائے کی طرح چلایا۔ اس سے اسکا مطلب تھا کہ میں ہی گائے ہوں۔ شیخ نے کہا اس کو یہاں صحن میں پکڑ لاؤ اور اسکے ہاتھ پاؤں باندھ دو۔ بیمار یہ سنکر خود ہی صحن میں آیا اور لیٹ گیا۔ پس اسکے ہاتھ پاؤں باندھ دیے گئے۔ شیخ نے چھری پر چھری کو گھسا اور اسکے پٹھے کو ٹٹولنے لگا۔ جیسے کہ قصابوں کی عادت ہے اسکے بعد اسنے کہا یہ گائے بہت دبلی ہے اور کاٹنے کے قابل نہیں ہے چند روز اسکو گھاس اور دانہ کھلاؤ جب یہ خوب موٹی ہو جائیگی تو میں اسکو ذبح کرونگا یہ کہکر وہ اوٹھا اور اس کے متعلقین سے کہا کہ تم اس سے یہ کہو کہ تو جلدی کھا کر موٹا ہوجا پھر تجھے قصاب آکر ذبح کریگا۔ یہ سنکر مریض بہت خوش ہوا کہ اب میں جلد ذبح کیا جاونگا۔ پس وہ کھانے لگا اور اس صورت سے اسکو دوا اور غذا دیجانی لگی اور ہر تدبیر سے ہر ایک مناسب دوا اسکو دیجانے لگی اور بفضل خدا وہ بہت جلد تندرست ہوگیا۔ شیخ کے اس علاج سے علاؤ الدولہ بہت خوش ہوا اور شیخ کی بہت تعریف و توصیف کی ؞

تاریخ الحکماء میں روایت لکھی ہے کہ اسی زمانے میں شیخ نے کتاب شفا میں اور اجزا اضافہ کرکے اسکو مکمل کیا اور کتاب منطق اور مجسطی کی تصنیف سے بھی فارغ ہوا اور اس سے پہلے کتاب اقلیدس اور ارثماطیقی اور موسیقی کا اختصار کرچکا تھا۔ اور ہر کتاب میں ریاضی کو جسکی اسمیں ضرورت ہوتی تھی لکھتا جاتا تھا اور مجسطی میں اور دس شکلیں جنمیں اختلاف منظور تھا زیادہ کیں اور اسی طرح مجسطی کے آخر میں علم ہیئت کے بھی چند مسائل جو پہلے کسی نے نہیں لکھے تھے اضافہ کئے اور اقلیدس میں چند شبہات اور زیادہ کئے۔ ارثماطیقی میں چند

خواص حسنہ کا اضافہ کیا اور موسیقی میں چند مسائل ایسے بڑہائے جس سے متقدمین آگاہ نہیں تھے غرضکہ اسیطرح سے کتاب شفا کے تمام اجزا کو بالکل مکمل کر دیا جسمیں علم حکمت کے مسائل پورے بیان کئے گئے ہیں۔ مگر اسوقت تک کتاب نباتات و حیوان اسمیں شریک نہیں کی گئی تھی۔ اس کتاب کو اس نے اسوقت لکھا جبکہ وہ علاؤالدولہ کے ساتھ شاپور[1] کا سفر کر رہا تھا اور جس زمانہ میں کہ وہ عہدہ وزارت سے سرفراز اور اصفہان میں مقیم تھا کتاب نجات کو جو اسکی بیش بہا تصنیف ہے تصنیف کی۔

روایت کی جاتی ہے کہ جس زمانے میں علاؤالدولہ مفسدوں کی تنبیہہ کیغرض سے ہمدان کو روانہ ہوتا تھا شیخ بھی اُس کے ساتھ تھا۔ ابوعبید اللہ جو ہمیشہ شیخ کی صحبت میں رہتا تھا اور اس سے علم حاصل کرتا رہتا تھا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ اس زمانہ میں ایک رات کا ذکر ہے کہ علاؤالدولہ کی مجلس میں علوم نجوم کا کچھ ذکر آیا اور تقویموں میں جو خلل قدیم رصدوں کے بموجب واقع ہوتا تھا اسکا بھی ذکر آیا علاؤالدولہ نے شیخ الرئیس سے کہا کہ اگر تو کوئی رصد خانہ بنا دیگا تو بہت کارآمد اور مفید ہوگا اور اسنے اپنے خزانچی کو یہ حکم دیدیا کہ وزیر اعظم (شیخ الرئیس) جسقدر روپیہ طلب کرے بلا تامل مہیا کر ابوعبید اللہ لکھتا ہے کہ شیخ نے مجھکو بلوایا اور اسکا انتظام میرے سپرد کیا۔ محض عمل کی سہولت اور باریکیوں کی وضاحت اور تشریح کی غرض سے اُسنے ایک رسالہ بھی لکھدیا مینے بہت جلد ہی سے اسکا انتظام کیا اور مختلف قسم کے آلات اور اوزار جمع کیے تاہم اُسکے مہیا کرنے میں کئی سال گذر گئے علاوہ اسکے علاؤالدولہ کے متواتر سفر اور شیخ الرئیس کے مشاغل کی کثرت سے یہ کام انجام کو نہ پہونچ سکا شیخ نے اسی زمانے میں کتاب حکمت جو علائیہ کے نام سے موسوم ہے تصنیف کی۔

ابوعبید اللہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ مجھکو مدتوں شیخ کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا اور میں شیخ کے طریق مطالعہ سے بھی خوب واقف ہوں مینے دیکھا ہے کہ شیخ کبھی کسی کتاب کو ترتیب سے بالاستیعاب مطالعہ نہیں کرتا تھا بلکہ اسکی عادت یہ تھی کہ وہ ہر ایک کتاب کے مشکل مقامات کو دیکھتا تھا جس سے وہ مصنف کتاب کی شان کو جان لیتا۔

[1] فارس کا ایک شہر ہے اور یہاں سے شیراز پندرہ فرسخ کی مسافت پر ہے۔

یہ بھی روایت کیجاتی ہے کہ جب شیخ نے کتاب مختصر اصغر جو منطق میں ہے تصنیف کی اور وہ شیراز کے عالموں کے مطالعہ میں آئی تو انھوں نے اسپر چند اعتراضات لکھے اور ان اعتراضات کو ایک رسالہ کی صورت میں جمع کرکے معہ ایک خط کے ابو القاسم کرمانی کے پاس جو ابراہیم ابن بابا دیلمی کا دوست تھا بھیجا۔

ابو القاسم نے اُن اجزا کو شیخ کے حوالہ کیا۔ شیخ ابو القاسم سے باتیں کرتا ہوا اسکو دیکھتا جاتا تھا۔ اور نماز عشا تک یہی صحبت رہی بعد نماز عشا کے اسنے ان اعتراضات کے جوابات لکھنے شروع کئے۔ یہ موسم گرمیوں کا تھا اور رات بھی چھوٹی ہوتی تھی نصف شب گذر رہی تھی کہ اسنے ان اعتراضات کے جواب لکھ ڈالے۔ ابو القاسم کہتا ہے کہ میں صبح کو جب شیخ کے پاس آیا تو وہ جانماز پر بیٹھا ہوا تھا اسنے مصلے کے نیچے سے وہ جوابات نکالکر میرے حوالہ کئے اور یہ کہا کہ مینے جس جلدی سے یہ جوابات دیئے ہیں اسکی کیفیت بھی ایک خط میں لکھکر علمائے شیراز کے پاس بھیجدے۔ جب ابو القاسم کا خط اور شیخ کے جوابات اُن کے پاس پہنچے تو وہ سب حیرت میں رہ گئے اور انھوں نے اپنی خطا کا اعتراف کیا۔

روایت کیجاتی ہے کہ جس زمانہ میں شیخ اصفہان میں وزیر تھا علاء الدولہ نے ایک کمر بند جو زر و جواہر سے مکلل اور مرصع تھا معہ ایک خنجر کہ جو زر و جواہر و لعل آبدار سے مرصع تھا عطا فرمایا چونکہ شیخ نے اس چیز کو اپنے حالت کے نامناسب پایا اسنے اپنے ایک غلام کو وہ کمر بند اور خنجر دیدیا چند روز کے بعد علاء الدولہ نے اس کمر بند اور خنجر کو شیخ کے غلام کی کمر میں بندھا ہوا دیکھا اور غلام سے اسکا سبب پوچھا تو اسنے بیان کیا کہ شیخ نے مجھکو مرحمت کیا ہے۔ علاء الدولہ نہایت برانگیختہ ہوا اور غلام کو سرزنش کی اسلیے کہ علاء الدولہ اس کمر بند کو اپنے لایق سمجھتا تھا۔ اسوجہ سے وہ شیخ کے قتل کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ کیونکہ اسنے شاہی عطیہ کی کچھ قدر نہ کی۔ اہل دربار میں سے ایک شخص نے جو شیخ کا بڑا دوست تھا شیخ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ پس شیخ سیاست سلطانی کے خوف سے بھیس بدل کر اصفہان سے ملک رے کو چل نکلا جب شیخ رے میں پہونچا اور چونکہ بھوکا تھا۔ بازار میں روٹی خریدنے کے لیے نکلا۔ تو ایک دوکان پر لوگوں کا ہجوم تھا۔ دیکھنے اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک نوجوان بیماروں کو دوا دیتا ہے۔ اور یہ ہجوم مریضوں کا ہے۔ شیخ اس دوکان کے قریب پہونچا اور اُس طبیب جوان کے اقوال و اعمال کو دیکھنے لگا اس انتظار

میں ایک بڑھیا قارورے کی شیشی ہاتھ میں لئے ہوئے پہونچی اُسنے قارورے کی شیشی دیکھتے ہی بلا تامل کہدیا کہ جس مریض کا یہ قارورہ ہے وہ یہودی ہے اسکے بعد یہ کہا کہ مریض نے آج چھاچھ پی ہے۔ عورت نے کہا "ہاں" پھر اس نے کہا کہ اس مریض کی خوابگاہ پست جگہ میں ہے۔ عورت نے کہا "ہاں" جب اُس طبیب جوان کی نظر شیخ پر پڑی تو اُسنے شیخ کو اپنے نزدیک بلوایا اور اپنے بازو میں بٹھلایا۔ علاج معالجہ سے فارغ ہونے کے بعد اُس نوجوان نے کہا کہ "میں جانتا ہوں کہ تو شیخ الرئیس ہے اور علاء الدولہ کے خوف سے بھاگ کر یہاں آیا ہے" کہ اس کے سننے سے شیخ کو اور زیادہ تعجب ہوا پھر اُس نے شیخ سے اسبات کی درخواست کی کہ وہ اُسکی مہمانی قبول کرے شیخ نے اسکی دعوت قبول کی اور اسکے گھر کو گیا۔

دعوت کی تکلفات اور میزبانی کی شرطوں کے ختم ہونیکے بعد ایک روز شیخ نے اُس سے اُس وزیر واقعہ کی خبر دریافت کی۔ اور کہا کہ تو نے کسطرح جانا کہ وہ قارورہ یہودی کا تھا اور اُسنے چھاچھ پی ہے اور اسکی خوابگاہ مقام پست میں واقع ہے نوجوان نے کہا مینے اسوجہ سے ان امور کو جان لیا کہ جب اس عورت نے اپنے پیراہن سے ہاتھ باہر نکالا تو مینے دیکھا کہ اسکا پیراہن نہایت قیمتی ہے مگر اسکے آستانہ ہی اُسپر نجاست کے آثار بھی مینے دیکھے اور چھاچھ کے بھی دھبے اس پر پڑے ہوئے تھے پس اس سے میں نے جانا کہ وہ عورت یہودیہ ہے اور چونکہ اس شہر میں یہودیوں کا محلہ ایک پست مقام میں ہے اسوجہ سے مینے کہدیا کہ اسکی خوابگاہ مقام پست میں واقع ہے۔ پھر شیخ نے پوچھا کہ تو نے مجھکو کسطرح پہچانا کہ میں شیخ الرئیس ہوں اور علاء الدولہ کے خوف سے یہاں بھاگ کر آیا ہوں اسپر نوجوان نے کہا کہ میں پہلے ہی تیری فضل وکمال کی کیفیت سن چکا تھا۔ اور جب مینے تجھکو دیکھا تو تیرے چہرے سے وہ آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ اس سے مینے خیال کیا کہ ہو نہ ہو یہ بوعلی ہے اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ علاء الدولہ کبھی تجھکو اپنے سے جدا نہ کریگا مگر ایک اتفاقی امر سے وہ تجھپر خفا ہو گیا اور یہ خبر زبان زد عالم تھی غالبًا تو اسیوجہ سے وہاں سے بھاگا ہے مینے ان حالات کے جاننے سے تجھکو پہچان لیا

پھر شیخ الرئیس نے اُس نوجوان طبیب سے کہا کہ اب تو مجھ سے کیا چاہتا ہے تاکہ میں اسکو قبول کروں اور تا بمقدور تیری آرزو کے پورا کرنے میں کوشش کروں

اسنے کہا علاء الدولہ تجھسے کنارہ کش نہیں رہیگا اور قریب ہی تجھکو بلوائے گا اور تجھکو تیرے عہدہ سابقہ پر مقرر کریگا میری تجھسے صرف یہ درخواست ہے کہ جب تو اپنے عہدہ وزارت پر مامور ہوجاوے تو میری کمالات کا ذکر جنکو تونے بچشم خود دیکھا ہے۔ علاءُ الدولہ کے حضور میں بیان کرے اور سفارش کر کے مجھکو اسکے مصاحبین میں داخل کرے۔

تھوڑے دنوں کے عرصہ میں علاءُ الدولہ نے اپنے چند خاص ملازموں کو معہ خلعت وعطائے عہدہ وزارت شیخ الرئیس کے پاس بھیجا اور اس سے معذرت چاہی۔ جب شیخ اصفہان کو روانہ ہوا تو اس نوجوان طبیب کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا جب علاء الدولہ سے شیخ کی ملاقات ہوئی تو اسنے نوجوان طبیب کا واقعہ بیان کیا۔ اور اسکے کمال کی تعریف کی اور سفارش کر کے اسکو خاص مصاحبوں میں داخل کرا دیا جسوقت کہ شیخ عہدہ وزارت کے کاموں میں مصروف تھا۔ نوجوان بادشاہ کو ایسے عمدہ لطیفوں سے خوش وقت رکھتا تھا کہ بڑے بڑے ادیب اور ندیم اسکے لطیفوں پر تعجب ظاہر کرتے تھے۔

تاریخ نگارستان میں روایت کی گئی ہے کہ گو شیخ الرئیس بڑے بڑے اہل علم اور ذی فنون لوگوں کے نزدیک مسلم استاد تھا اور کوئی اسکے روبرو تقریر نہیں کر سکتا تھا۔ اور ہر شخص کو وہ تقریر میں چپ کرا دیتا لیکن اسوقت کا ذکر ہے کہ ایک بہت ہی ذلیل خاکروب سے وہ تقریر میں اسقدر عاجز آگیا کہ اسکو کوئی بھی جواب نہ دے سکا اور چونکہ ہمراہ بہت سے لوگ تھے جو بہت شرمندہ اور خفیف ہوا اسکی اصل واردات یہ ہے کہ ایک روز شیخ جبکہ وہ وزیر تھا معہ جلوس ایک راستے سے گذر رہا تھا کہ اسنے خاکروب کو دیکھا جو کہ اپنے شغل میں مصروف تھا اور یہ شعر پڑھتا جاتا تھا ؎

گرامی داشتم ای نفس از آنت
کہ آسان بگذرد بر دل جہانت

یعنے اے نفس میں تجھکو اسلیے عزیز رکھتا ہوں کہ دنیا کے حالات سے تجھکو کسی قسم کا بار نہ ہونے پائے۔

شیخ اس شعر کو سنکر ہنسا اور مسکراتا ہوا بنظر طعن کے اُس سے کہا۔ ہاں نفس کی ایسی ہی عزت کرنا چاہیئے جیسی کہ تو اُس سے مرعی رکھتا ہے - اسکی تو نے خوب تعظیم کی کہ اسکو ایسے ذلیل کام میں ڈالا ہے اور تو اپنی عمر عزیز کو ایسے خسیس کام میں صرف کرتا ہے اور اس ذلیل کام کو باعث فخر جانتا ہے۔ اس نے تھوڑی دیر کیلیئے اپنا کام ترک کیا اور یہ جواب دیا کہ جرات اور ہمت کی رو سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ ذلیل پیشہ سے روٹی پیدا کر کے کھانا اس سے بہتر ہے کہ کسی کی خدمت بجالانا اور اکابار احسان اٹھانا۔ یہ سنکر شیخ الرئیس سخت شرمندہ ہوا اور وہاں سے جلد جلد چلنے لگا +

حاصل کلام شیخ الرئیس نے علاؤ الدولہ کی ملازمت میں اپنی عمدہ حکیمانہ لیاقتوں کا اظہار کیا کہ وہ کبھی بھولی نہیں جا سکتیں +

کتب تواریخ میں یہ صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ جب سلطان محمود سبکتگین عراق عجم کو فتح کر چکا تو اسنے مجد الدولہ دیلمی کو گرفتار کر کے غزنین کو بھیجدیا اور ابو جعفر علاء الدولہ کاکویہ جو مجد الدولہ کی جانب سے اصفہان کو صوبہ دار یا فرمانروا تھا سلطان محمود کی قوت اور سیاست سے خائف ہو کر فارس کو چلا گیا۔ سلطان محمود اسپر قبضہ کر لینے اور ملک رے کو فتح کرنے کے بعد عراق کی صوبہ داری اپنے فرزند مسعود کے سپرد کر کے خود غزنین کو چلا گیا۔ علاء الدولہ نے بنظر مصلحت وقت اپنے بیٹے کو بہت سا تحفہ اور ہدیہ دیکر سلطان مسعود کے پاس بھیجا۔ جس سے اسکے قصور معاف کر دیئے گئے اور اصفہان کی حکومت پھر اُسکے سپرد کر دی گئی۔ جب اسیطرح کچھ مدت گذری تو شیخ الرئیس کے حسن تدبیر سے پولیٹیکل امور میں بہت اصلاح ہو گئی - جسکی بنا پر اسنے پھر اپنے مستقل حاکم ہونیکا دعویٰ کیا۔ جب سلطان مسعود کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو وہ ایک بھاری جنگی فوج لیکر اصفہان پر چڑھ آیا چونکہ علاء الدولہ کو اُسکے مقابلے کی تاب نہیں تھی اسلئے وہ اصفہان سے نکلکر شاپور اور ماہواز کو چلا گیا۔ جب سلطان مسعود اصفہان میں پہنچا تو علاء الدولہ کی بہن گرفتار ہو گئی۔ شیخ الرئیس نے علاء الدولہ کے خاندان کی عزت و ناموس کے لحاظ کرنے کی نسبت جو رائے دی اسکو سلطان مسعود نے پسند کیا۔ پھر شیخ نے اسکو یہ رائے دی کہ اگر آپ علاء الدولہ کی بہن سے جو آپ کی ہم کفو ہے نکاح کر لیں تو سب جھگڑا جاتا رہے گا اور علاؤ الدولہ بلا تامل

اصفہان آپ کے حوالے کرو نگا۔ پس اس نے شیخ کی رائے کے بموجب اس سے نکاح کیا اور اپنی بیبیوں سے زیادہ اسکی عزت اور خاطر کرتا تھا۔ پھر اسنے خود ہی اصفہان کو علاؤالدولہ کے حوالہ کر دیا۔ جب اسطرح کچھ زمانہ گذرا تو بعض شریر مفسدوں نے سلطان مسعود سے یہ کہدیا کہ علاؤالدولہ پھر آپ سے جنگ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے چنانچہ وہ خفیہ طور پر برابر جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے۔ اس خبر کے سننے سے سلطان مسعود بہت ہی برانگیختہ ہوا اسنے علاالدولہ کو لکھ بھیجا کہ تو اپنے خیال خام سے درگذر اور اپنی عزت کے کھوئے جانے کا خیال رکھ اور ہمیں تکلیف بھی نہ دے ورنہ میں تیری بہن کو آزاد کر دونگا اور اسکو فوج کے ایک ادنے سپاہی کے حوالے کر دونگا اس خط کے پڑھنے سے علاؤالدولہ بہت خشمناک ہوا اور اسکے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے اور شیخ سے کہا کہ تو میری جانب سے اس خط کا جواب لکھ بھیج شیخ نے مقررآداب و القاب سلاطین کے لکھنے کے بعد لکھا کہ بعض چغلخوروں نے جو علاءالدولہ کے دشمن ہیں آپ کو بہکایا ہے اور جس امر سے آپ کو باور کرایا گیا ہے وہ محض غلط اور بہتان ہے آپ نے جو اپنے حرم کے متعلق لکھا ہے۔ اگرچہ وہ عصمت مآب بیوی علاءالدولہ کی بہن ہے لیکن چونکہ اب وہ امیر (آپ کی) کی منکوحہ ہے اگر آپ اسکو طلاق بھی دیںگے تو وہ آپ ہی کی مطلقہ کہلائے گی اس بات کو تمام دنیا نے تسلیم کر لیا ہے کہ غیرت اور حمیت اپنی عورت کی شوہر کو ہوتی ہے نہ کہ بھائی کو جب سلطان مسعود نے شیخ کے خط کو ملاحظہ کیا تو اسکو علاءالدولہ کیجانب سے اطمینان ہوا اور معلوم کر لیا کہ مفسدوں نے جس امر کی اطلاع دی تھی وہ بالکل غلط ہے پس چغلخوروں کی عزت اور وقعت اسکی نظر سے گر گئی اور اسنے علاءالدولہ کی بہن اور اپنی بیوی کی اور زیادہ عزت اور حرمت کی

مورخین کا بیان ہے کہ اس زمانے میں سلطان محمود کا انتقال ہوا جب سلطان مسعود کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو وہ فوراً غزنین کو روانہ ہو گیا کہ جلد پہونچکر بلا مزاحمت کسی مانع کی پیش ہونے کے قبل قابض ہو جائے جب وہ اپنے باپ کی جگہ پر تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا تو اسنے ابو سہیل ہمدانی کو عراق کا صوبہ دار کیا۔ ابو سہیل نے علاءالدولہ کیساتھ ناشائستہ برتاؤ اختیار کیا چونکہ علاؤالدولہ اس کے ناشائستہ برتاؤ کا متحمل نہ ہو سکا اسلئے ان دونوں میں جنگ ہو گئی اور ابو سہیل

ہمدانی کو فتح حاصل ہوئی۔ اسکے بعد ابوسہیل جب اصفہان میں آیا تو اُس نے بہت سی نایاب چیزوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور شیخ الرئیس کی مصنفات کو بھی جنکا صرف مسودہ ہوا تھا تباہ کر دیا۔ اس اثنا میں علاءالدولہ پھر موقع پاکر اور جمعیت فراہم کر کے ابوسہیل سے جنگ کا خواستگار ہوا اور اس جنگ میں ابوسہیل کو شکست فاش حاصل ہوئی پھر علاءالدولہ مستقل طور پر سریر آرائے سلطنت ہوا اور شیخ الرئیس نے بھی موقع فرصت پاکر اپنی مصنفہ کتابوں کی جمع و تالیف میں جنکا بیضہ نہیں ہوا تھا مصروف ہوا۔

حاصل کلام شیخ کے فضل و کمال کا ایک عالم مقر ہے اور اس سے جو حکایات اور لطایف وغیرہ سرزد ہوئی ہیں اسمقام پر انکا بیان خالی از لطف نہیں ہے۔ اسلیے ہم بھی منجملہ ان کے چند حکایات ناظرین کی بصیرت کی غرض سے اس مقام پر درج کرتے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ استاد ابوریحان بیرونی نے علم طبعیات کے اٹھارہ مسئلے جو ذیل میں بیان کئے گئے ہیں اور جنمیں ارسطو پر چند اعتراضات ہیں اور جن میں اُسنے چند امور میں استفسار کیا ہے۔ اُسکو ایک رسالہ کی صورت میں مرتب کر کے شیخ کے پاس بھیجا۔

مسئلہ اول:۔ اجسام فلکیہ کی خفت و ثقل (سبکی و گرانی) کی نسبت ارسطو پر اعتراض
مسئلہ دوم:۔ ارسطو پر قدم عالم کی نسبت اعتراض۔
مسئلہ سوم:۔ ارسطو اور تمام حکمائے متقدمین پر یہ اعتراض کہ جہات ستہ کی قائم کرنے کی کیا وجہ ہے۔
مسئلہ چہارم:۔ ارسطو پر اس بات کا اعتراض کہ وہ جزو لایتجزی کے قائلین کو کیوں برا کہتا ہے حالانکہ اس کے حکماء پر بھی یہی ایرادات وارد ہوتے ہیں جو متکلمین پر وارد ہوتی ہیں۔
مسئلہ پنجم:۔ ارسطو پر اس امر کا اعتراض کہ وہ کس دلیل سے اس عالم کے وجود سے انکار کرتا ہے جو اس عالم سے علیحدہ ہے اور اسکے معتقدین کو کیوں برا کہتا ہے۔ حالانکہ اس عالم کے امکان کی بہت سی دلیلیں ہیں اور اسکے ممنوع ہونے کی دلیلیں قابل رد و قدح ہیں بلکہ اس کے وجود کی دلیلیں اس کے عدم کی دلیلوں پر فوقیت رکھتی ہیں۔
مسئلہ ششم:۔ ارسطو پر اس بات کا اعتراض کہ وہ شکل فلکی کو کس دلیل سے کروی مانتا ہے

اور اگر اسکی شکل بیضوی وغیرہ مان لی جائے تو لزوم خلا کیونکر لازم آتا ہے اور یہ ہر شخص کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ ممکن ہو کہ شکل فلک بیضوی وغیرہ ہو اور خلا بھی لازم نہ آئے ؛

مسئلہ ہفتم :- ارسطو پر اس بات کا اعتراض کہ وہ کس دلیل سے تعیین یمین (داہنی سمت) قایم کرتا ہے حالانکہ یہ امر مستلزم دور ہے ؛

مسئلہ ہشتم :- ارسطو پر اس بات کا اعتراض کہ وہ آگ کی شکل کو کروی کیوں مانتا ہے حالانکہ وہ اسکو بھی تسلیم کرتا ہے کہ لازمی طور پر آگ غیر کروی الشکل ہونی چاہیئے اور بعض مطالب کا استفسار جنکو اسنے ارسطو کی کتابوں میں دیکھا تھا ؛

مسئلہ نہم :- شعاع کی حقیقت کی نسبت یہ سوال کہ آیا وہ جسم ہے یا عرض

مسئلہ دہم :- عناصر کے انقلاب اور استحالہ کا استفسار اور یہ کہ وہ کس وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ منقلب ہوتے ہیں ؛

مسئلہ یازدہم :- جو شیشہ کہ آب صاف سے بھرا ہوا ہو وہ اپنے مقابلہ کے اجسام کو کیوں جلا دیتا ہے ؛

مسئلہ دوازدہم :- عناصر کے مکان طبعی کی نسبت سوال ؛

مسئلہ سیزدہم :- کیفیت ادراک باصرہ کی نسبت استفسار ؛

مسئلہ چہاردہم :- زمین کے ربع مسکون شمالی کے آباد ہونیکا سبب کیا ہے - باوجودیکہ دوسرا ربع شمالی جنوبی دو ربعوں کے ساتھ اس حکم میں مشترک ہے - اور کوئی سبب امتیاز کا نہیں ہے ؛

مسئلہ پانزدہم :- سطحوں کی تلاقی کی نسبت انکار اور استفسار دلایل ہندسی سے

مسئلہ شانزدہم :- خلا کے امتناع کی نسبت استفسار حالانکہ ایک بند شیشی میں اسکا وجود ممکن بلکہ محسوس ہے ؛

مسئلہ ہفدہم :- شدت برودت سے ظروف کے ٹوٹنے کا سبب کیا ہے

مسئلہ ہیجدہم :- پانی پر برف کے قایم رہنے کا سبب حالانکہ برف بمقابلہ پانی کے زیادہ ثقیل ہے ؛

حاصل کلام چونکہ استاد ابوریحان اور ابوعبید اللہ معصومی میں جو شیخ کا بڑا فاضل شاگرد تھا نوک جھوک رہتی تھی - شیخ نے ان اعتراضات کو اول خوب جانچ لیا -

پھر انکا جواب لکھنے کیلئے ابو عبید اللہ کے سپرد کیا اور خود جواب دینے سے ساکت رہا
چونکہ ابوریحان کو اپنے جواب کے لینے میں دیر معلوم ہوئی تو اسنے یہ سمجھکر کہ شیخ ان سوالات کے جواب دینے سے عاجز آگیا ہے۔ شیخ کو ان کے جوابات لکھنے پر اپنے خط کے ذریعہ سے آگاہ کیا۔ شیخ سمجھ گیا کہ وہ میرے جواب نہ دینے پر میرا عجز خیال کرنے لگا ہے۔ تو خود شیخ نے اپنے قلم تحقیق رقم سے اسکے جواب لکھے۔ اور اسکی تمہید میں ایک عذر لکھا۔ جسکا ماحصل یہ تھا کہ "خدا تیری مدد کرے اور تجھکو مکروہات سے بچاسے۔ اگر مسائل کے جواب دینے میں دیری ہوئی ہے تو کچھ قصور کی بات نہیں ہی۔ اسلئے کہ میں نے ان مسائل کے جوابات لکھنے کیلئے ابو عبید اللہ معصومی کے سپرد کیا تھا۔ اور میں نے یہ خیال کر لیا تھا کہ ابو عبید اللہ نے جوابات لکھکر بھیجدیئے ہونگے"۔ غرضکہ شیخ نے اس کے ہر ایک سوال کا جواب نہایت روشن اور واضح دلیلوں سے چند اوراق میں لکھکر مرتب کیا اور اسکے خاتمہ پر یہ عبارت لکھی۔ "فهذا جواب ما سألته من المسائل وعجب ان اشكل عليك شي من هذه الفصول ان يمن علي بمطالبة المعاودة شرحها حتى اعجل في الفتاحها والفاؤها اليك" یعنے ان مسائل کے جواب جو تو نے مجھسے پوچھے تھے لکھدیئے ہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اگر ان میں سے کوئی جواب تیری سمجھ میں نہ آئے اور تو اسکو حل نہ کر سکے۔ تو میں بہت ممنون ہونگا۔ اگر تو مجھسے ان کی شرح چاہیگا۔ کیونکہ میں بہت جلد اوس کو وضاحت سے لکھکر تیرے پاس بھیجدونگا"۔ جب شیخ نے اس رسالہ کو ابوریحان کے پاس بھیجا تو اس نے اس رسالہ کو شروع سے آخر تک بالاستیعاب ملاحظہ کیا۔ لیکن خاتمہ کی چند سطریں اس پر ناگوار گزریں اور اسیوجہ سے وہ پھر جواب الجواب کے لکھنے اور اعتراضات گڑھنے کے درپے ہوا اور جابجا اسمیں شیخ کو ناشائستہ اور غیر مہذب الفاظ سے یاد کیا کہیں اسنے شیخ کو "ایها الشاب" کے لفظ سے یاد کیا۔ اور کہیں "ایها الفتے الفاضل" کے لقب سے ملقب کیا غرض اسنے اپنے تعصب اور غصہ کی آگ بجھانے کیلئے شیخ کے پاس ایک خط جسمیں مذکورہ الفاظ تھے لکھکر روانہ کیا۔ لیکن شیخ نے اسکا کچھ جواب نہ دیا۔

بیان کیا گیا ہے۔ کہ شیخ ایک مدت تک نفس ناطقہ کے تجرد پر اعتقاد رکھتا تھا

آخر اس نے اپنے خیال کو ان الفاظ میں ظاہر کیا کہ اجسام عنصریہ میں ہمیشہ تبدل اور انحلال اور زوال ہوتا رہتا ہے۔ اور ان سب کو ملانے والا اور جمع رکھنے والا نفس ناطقہ ہے۔ جسمیں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا بہمن یار نے جو شیخ کا بڑا نامی شاگرد تھا۔ اس مسئلے میں شیخ سے مخالفت کی اور یہ کہا کہ بیشک اجسام میں تبدیل و تغیر ہوتا رہتا ہے۔ لیکن باوجود ان تبدیلات کے ظاہر میں وہ ایک ہی دکھائی دیتے ہیں۔ پس اگر نفس ناطقہ کو بھی تبدیلات اور تغیرات میں اجسام کیساتھ شریک کر دیں تو کیا نقصان ہو سکتا ہے۔ اور جب خود نفس ناطقہ غیر محسوس ہے تو اسکے تبدل اور تغیر کا غیر محسوس ہونا کچھ بعید نہیں ہے۔ پھر اُسنے اپنے اس خیال پر شیخ سے دلیل طلب کی۔ پس شیخ نے اپنے سب شاگردوں کو جمع کر کے اُن سے کہا کہ اس سائل کو مجھ سے جواب طلب کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ آیا وہ مجھ سے سوال کرتا ہے یا کسی اور سے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو اسکا سوال کرنا غلط ہے۔ کیونکہ خود اسکی رائے کے بموجب اب میں وہ بو علی نہیں ہوں جو پہلے تھا۔ اسلیئے کہ اب مجھ میں اُس کی رائے کے موافق تبدل و تغیر ہو لیا ہے :

شیخ ابو سعید ابو الخیر جو شیخ کا معاصر اور فاضل کامل تھا۔ اس نے شیخ کی فضل و کمال کا علانیہ صاف طور پر اعتراف کیا ہے اور اسکے اور شیخ کے درمیان جو رسل و رسائل ہوئے ہیں۔ اُن سے اُن دونوں کا خلوص اتحاد پایا جاتا ہے گو اُن کی خطوط کا یہاں ترجمہ کرنا مناسب تھا۔ لیکن چونکہ ان میں بجز ایک دوسرے کی مدح سرائی کے اور کوئی دوسرا مضمون قابل توجہ نہیں تھا۔ اسلیئے اُن کا لکھنا صرف طول کلامی خیال کیا گیا :

بعض تاریخوں سے پایا جاتا ہے کہ شیخ کو عورتوں سے نہایت الفت تھی۔ اور کثرت مباشرت سے رفتہ رفتہ اسپر ضعف غالب ہوتا گیا جب سپاہ ہیں کہ علاء الدولہ ابن فارس سے لڑنے کیلئے باب الکرخ کو جو ماوراء النہر کا ایک موضع ہے گیا تو شیخ قولنج کے سخت مرض میں مبتلا ہوا اور چونکہ اس مرض کا ازالہ حقنوں سے ہوتا تھا اسلئے شیخ نے خود تدبیر کی کہ ایک دن میں آٹھ دفعہ اسکو حقنہ کریں لیکن اس علاج سے اُس کی آنتوں میں قرح و زخم پیدا ہو گئے اسی اثنا میں حملہ [illegible] ہیبت کی تھی

ملک ایزنج کو جو (اصفہان اور خورستان مرصد کے درمیان واقع ہی) روانہ ہوا چونکہ شیخ کو ساتھ جانیسے انکار کرنیکا موقعہ نہ تھا وہ ساتھ ہولیا راہ میں اسکو مرض صرع لاحق ہوگیا جو کبھی قولنج میں ہوجایا کرتا ہے۔ جب علاج سے مرض صرع جاتا رہا تو وہ اسکے بعد ان قروح کے علاج کی طرف متوجہ ہوا اسنے ایک خاص قسم کا حقنہ تیار کرایا۔ جسمیں تخم کرفس جو ریاح کا توڑنے والا ہے بمقدار دو دانگ کے ملانے کیلیے کہا مگر اسکے بعض غلام خدمتگار جو حقنہ کے تیار کرنے میں شریک تھے۔ انھوں نے عمداً یا سہواً اسمیں پانچ دانگ تخم کرفس ملا دیا جس سے اسکے استعمال سے قروح میں زیادتی ہوگئی۔ پس شیخ نے محض علاج صرع کیلیے معجون شرودیطوس کا استعمال شروع کیا۔ اسکے بعض غلاموں نے اسمیں افیون کی مقدار زیادہ کر دی اور اسوجہ سے بڑھ گیا آخر ناچار ہوکر اسکو ایک کارسی میں بٹھا کر اصفہان کو پہونچایا گیا۔ اصفہان میں پہونچنے کے بعد ضعف اسقدر بڑھ گیا کہ چلنا پھرنا بھی دشوار ہوگیا۔ آخر اس نے خود اپنے ہاتھ سے دوا بنا کر استعمال کی اور جب ضعف کم ہوتا گیا تو وہ کبھی کبھی علاء الدولہ کے پاس آنے جانے لگا لیکن چونکہ نقاہت بالکلیہ زایل نہیں ہوئی تھی اسلیے کبھی تو مرض بڑھ جاتا تھا اور کبھی کم ہوجاتا تھا۔ اسی اثنا میں علاء الدولہ کو ہمدان جانیکا اتفاق ہوا تو اسنے شیخ کو بھی اپنے ساتھ لیا۔ رستے کے ہرج سے مرض اور بڑھ گیا۔ جب ہمدان میں پہونچا تو اسکو یقین ہوگیا کہ قوت بالکل ساقط ہوگئی ہے اور طبیعت میں مرض کیساتھ مقابلے کی قوت نہیں رہی ہے۔ مزاج کی اس کیفیت کو دیکھکر اسنے دوا کا استعمال ترک کر دیا اور کہنے لگا کہ اب میرے بدن میں قوت مدبرہ باقی نہیں ہے اب کسی علاج سے فائدہ نہ ہوگا یہ خیال کر کے اسنے غسل کیا اور اپنے مال کو خیرات کر دیا اور غلاموں کو اسنے عتقنامہ (آزادی کا خط) دیدیا اور خود ذکر الٰہی میں مشغول ہوا۔ اکثر قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتا تھا اسی اثنا میں اسکا آخری وقت پہونچگیا۔ اور اسنے اس دار فانی کو رخصت کیا۔ وقت اخیر میں وہ اس شعر کو پڑھتا تھا؂

نموت ولیس لنا حاصل سوے علمنا انہ ما علم

حاصل کلام بقول مشہور ۴۲۷ھ غرہ رمضان روز جمعہ کو اسنے

ہم مر رہے ہیں اور ہمیں جو علم حاصل ہوا وہ یہ ہے کہ ہمنے کچھ نہ جانا

انتقال کیا۔ لیکن قاضی نور اللہ شستری اور اور مورخین کا بیان ہے کہ ۴۲۸ھ میں انکی وفات ہوئی۔ اور وہ شہر ہمدان کی سمت جنوب کی فصیل کے نیچے دفن کیا گیا۔ بعض لوگ اس سے یہ دو اشعار نقل کرتے ہیں۔ جس سے انکا سال ولادت اور زمانہ تحصیل علوم اور زمان وفات معلوم ہوتا ہے ؂

حجۃ الحق بوعلی سینا — در شجع آمد از عدم بوجود
۳۷۳
در شصا کسب کرد کل علوم — در تکز کرد این جہاں پدرود
۳۹۱ — ۴۲۷

لیکن صاحب حبیب السیر کی یہ رائے ہے کہ شیخ کی عمر بحساب شہور شمسی ترپن سال سات مہینے کی تھی اور اس قول کے موئید اور بھی اقوال ہیں از انجملہ ایک یہ کہ جس زمانے میں اُسنے امیر نوح کا علاج کیا تھا اُس زمانہ میں اُسکی عمر تیرہ برس کی تھی۔ لیکن اہل روایت اسکو خوب سمجھتے ہیں کہ اتنی چھوٹی عمر میں تو لوگ اعتماد اور اعتقاد کر سکتے ہیں اور نہ مریض۔ دوسری یہ کہ اسکی تصنیفات اور تالیفات کا کم سنی میں ہونا جو بیان کیا جاتا ہے۔ اگرچہ محال نہیں ہے تاہم بلحاظ عادت کے تو ضرور خلاف ہے۔ اسلئے اسی سے ہم مورخین بجائے کلمہ "شجع" کے جسکے اعداد (۳۷۳) ہوتے ہیں لفظ "شجس" کا ہونا قرین واقعہ سمجھا ہے (۳۶۳) ہوتے ہیں گو اسکے علاوہ اور بہت سی روایات ہیں۔ لیکن ہم اُن کو اسلئے متروک کر دیتے ہیں کہ اہل روایت خود ان امور کی نسبت فیصلہ کر لینگے ؂

شیخ کی وفات کے بعد ابو ریحان نے شیخ کے سوالات کو رد کرکے ایک سالہ مدون کیا۔ اور اسکو شیخ کے پس ماندوں کے پاس بھیجا۔ ابو عبید اللہ معصومی نے جو شیخ کا شاگرد رشید تھا پھر اسکے جوابات کا رد لکھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان سوالات اور جوابات کو جمع کرنیسے ایک اچھی خاصی ضخیم کتاب بنگئی ہے جو اصفہان میں موجود ہے

شیخ کے عقاید اور مذہب کے متعلق بہت کچھ بیان کیا گیا ہے مگر ہم صرف اسکے اشعار کو جنمیں اُسنے اپنے مذہب اور عقائد کو ظاہر کیا ہے۔ اس مقام پر نقل کرتے ہیں۔ جس سے صاف طور پر اسکا عقیدہ اور مذہب کا پتہ لگ جاتا ہے وہ یہ ہیں ؂

با جان و روان بوعلی مہر علی چوں شیر و شکر ہم بر آمیختہ اند

ولہ ایضاً

بر صفحہ چہرہا خط لم یزلی معکوس نوشتہ نام ہر دو علی
یک لام و دو عین با دو یائے معکوس از حاجب و عین و الف با خط علی

قاضی نور اللہ بیان کرتا ہے کہ شیخ کو جن لوگوں نے کافر کہا ہے وہ اہل سنت جماعت ہیں۔ چنانچہ شیخ نے اُنکی نسبت یہ رباعی لکھی ہے:۔

کفر چو منی گزاف و آساں نبود محکم تر از ایمان من ایماں نبود
در دہر یکے چو من و آں ہم کافر پس در ہمہ دہر یک مسلماں نبود

ابن خلکان نے کمال الدین یونس سے روایت کی ہے کہ علاء الدولہ نے شیخ کو پا بزنجیر کر کے مجلس میں بھیجدیا اور وہ اس میں مرگیا۔ چنانچہ ان اشعار سے اسی کی طرف اشارہ ہے:۔

رأیت ابن سینا یعادی الرجال وفی الحبس مات اخس الممات
فلم یشف ما ناب بالشفاء ولم ینج من موتہ بالنجات

یعنے یہ بات دیکھی گئی کہ ابن سینا لوگوں کے ساتھ مناظرہ کرتا تھا حالت قید میں ذلیل موت سے مرا نہ کتاب شفا اس کے مرض کے لئے باعث شفا ہوئی اور نہ کتاب نجات موت کیلئے باعث نجات بنی:۔

لیکن مورخ شہرزوری اور قطب الدین لاہیجی اور اور لوگ اس امر کو صحیح نہیں جانتے ہیں۔ بلکہ وہ نفس حبس سے جو اشعار مندرجہ بالا میں واقع ہیں مراد احتباس لیں اور کمال الدین یونس کی روایت کو غیر مستند خیال کرتے ہیں علاوہ ان تمام فضل و کمال کے شیخ اعلےٰ درجہ کا شاعر بھی تھا اور اُس نے اور عربی میں بہت سے اشعار کہے ہیں۔ لیکن ہم اس مقام پر اُسکے چند اشعار درج کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو اُسکی شاعری کا پایہ معلوم ہوجائے وہ کہتا ہے:۔

[illegible] دم التوبہ [illegible] وذا الکمال [illegible] للاہل [illegible]
[illegible] والعلم [illegible] تمت المرزیت
[illegible] اذا اظلمت فانک [illegible]

یعنے اکتساب فضل سے نفس کی تہذیب کرنی چاہیئے اور اسکے سوا اور چیز سے پہلو تہی کرنی چاہیئے۔ کیونکہ علم بذات خود ایک عمدہ مجموعہ ہے۔ جسمیں سب چیزیں جمع رہتی ہیں۔ نفس مثل آئینہ کے ہے اور علم مثل چراغ کے ہے اور اسمیں حکمت مثل روغن کے ہے۔ جب وہ روشن ہو تو یہ سمجھہ لینا چاہیئے کہ وہ شخص فی الحیات ہے۔ اور اگر وہ تاریک ہے۔ تو یہ جاننا چاہیئے کہ اس شخص کا شمار مردوں میں ہے ⁂

وہ کہتا ہے کہ ⁂

عجبًا لقدر یحجہ دون فضائلے ... ما بین عیالی اسے عذالے
عابوا علے فضلے وذموا حکمتی ... واستنوا من نقصہم وکمالی
انی وکید ہم وما عابوا بہ ... کالطود یحضر نطحہ الادغال
واذا الفتی عرف الرشاد لنفسہ ... ھانت علیہ ملامت الجہال

یعنے مجھکو اپنے عیب بینوں پر سخت تعجب آتا ہے کہ وہ میرے فضایل پر حسد کرتے ہیں اور اسوجہ سے میری حکمت کو مذموم جانتے ہیں۔ لیکن وہ میرے کمال اور اپنے نقصان سے خائیف اور ہراساں ہیں حالانکہ ان کی بدگوئیاں میرے فضل و کمال میں ایسی ہیں جیسی کہ جنگل کی بکریاں اپنے سینگوں سے پہاڑ کو اوکھاڑنا چاہتی ہیں۔ لیکن جب آدمی اپنے علم اور اخلاق کو جان لیتا ہے تو اسکو جاہلوں کی ملامت کرنے سے کوئی رنج نہیں ہوتا۔ وہ کہتا ہے۔ کہ

غذائے روح وبہر بادۂ رحیق الحلق ... کہ رنگ و بوش ز ندرنگ و بوئے گل اداوق
بطعم تلخ چو پند پدر و لیک مفید ... بہ پیش جاہل باطل نبزد دانا حق ⁂
حلال گشتہ بفتوائے عقل بر دانا ... حرام گشتہ باحکام شرع بر احمق

وہ کہتا ہے کہ

دل گرچہ دریں بادیہ بسیار شتافت ... یک موئے ندانست و لے موئے شگافت
اندر دل من ہزار خورشید بتافت ... آخر بکمال ذرہ راہ نیافت

وہ کہتا ہے۔ کہ

از قعر گل سیاہ تا اوج زحل ... کردم ہمہ مشکلات گیتی را حل

بیرون جستم ز قید ہر مکر و حیل ہر بند کشادہ شد مگر بند اجل

ولہ

زمنزلات ہوس گر برون نہی قدمے نزول در حرم کبریا توانی کرد
ولیک این عمل رہروان چالاک است تو نازنین جہانی کجا توانی کرد

بیان کیا جاتا ہے کہ ابتدائے حال میں شیخ جبکہ وہ مراتب کمال پر نہیں پہونچا تھا ایک وقت ابو سعید بن ابو الخیر کی مجلس میں اسکو جانیکا اتفاق ہوا اسوقت طاعت و معصیت اور اہل عصیان کے حرمان اور خداوند کریم کے عفو و مرحمت پر کچھ بحث ہو رہی تھی۔ ابو الخیر بھی کچھ کہہ رہا تھا۔ شیخ نے اسوقت یہ رباعی پڑھی:

ما ئیم بہ عفو تو تولا کردہ وز طاعت و معصیت تبرا کردہ
آنجا کہ عنایت تو باشد باشم ناکردہ چو کردہ۔ کردہ چون ناکردہ

ابو سعید نے بھی بداہتہً اسکے جواب میں یہ رباعی کہی:

اے نیک نکردہ و بدیہا کردہ انگہ بخلاف خود تمنا کردہ
بر عفو مکن تکیہ کہ ہرگز نبود ناکردہ چو کردہ کردہ چون ناکردہ

شیخ کی مصنفہ و مولفہ عربی و فارسی کی وہ کتابیں جنکو اس نے بخارا میں لکھا ہے وہ یہ ہیں

(۱) کتاب مجموعہ جسکا دوسرا نام حکمت عروضیہ ہے اسلئے کہ شیخ ابو الحسن عروضی اس کتاب کی تالیف کا محرک تھا۔ اس کتاب کی تالیف کے وقت شیخ ۲۱ برس کا تھا اور علم حکمت میں اسکی یہ پہلی تالیف ہے:

(۲) کتاب حاصل و محصول جسکی ۲۱ جلدیں ہیں۔ یہ کتاب شیخ نے ابو بکر برقی کی درخواست پر لکھی ہے:

(۳) کتاب البر والاثم دو جلدوں میں لکھی ہے اور یہ کتاب علم اخلاق میں ہے اور یہ بھی ابوبکر برقی کیلئے لکھی ہے؛

(۴) کتاب لغات سعدیہ یہ اصطلاحات طب میں پانچ جلدوں میں ہے اور یہ جو امیر نوح بن منصور کے نام سے موسوم کی گئی ہے؛

(۵) رسالہ مبسوطی علم موسیقی میں جو ابوسہل مسیحی کے نام سے نامزد ہے

(۶) علم درایت میں بھی ایک رسالہ ابوسہل کے لئے لکھا ہے؛

(۷) مقالہ قوائے طبعیہ میں جو ابوسعید یمامی کے نام سے موسوم ہے؛

(۸) قصیدہ عربی منطق میں جو ابوالحسن سہلی وزیر مامون شاہ خوارزم کے نام سے معنون ہے؛

(۹) کتاب علم کیمیا میں جسمیں صور فلکیہ کی ہیئت کا بیان ہے یہ بھی ابوالحسن سہلی کے نام سے موسوم ہے؛

فرانس کے مورخین نے شیخ کے حالات میں اس رسالہ کا تذکرہ بھی لکھا ہے کہ شیخ نے اس رسالہ میں بہت ہی عجیب و غریب حکایتیں لکھی ہیں جنمیں سنگ مثانہ کی پیدائش کے متعلق اسنے سنین ماضیہ کے حکمار کے اقوال بھی لکھے ہیں اور اسی رسالہ کے باب دوم میں پہاڑوں کے تکون (پیدائش) کی نسبت ایک فصل قایم کی ہے۔ اور کہتا ہے کہ پہاڑ اسباب اصلی اور اتفاقی کی وجہ سے موجود ہوئے ہیں منجملہ ان اسباب اتفاقی کے زلزلہ کو بھی ایک سبب قرار دیا ہے۔ لیکن ایک اور بیان جسکی صحت میں کلام ہے اسطرح لکھا ہے اور کہتا ہے کہ اجسام مرکبہ کے چند ٹکڑے جن کے اجزا میں تانبا زیادہ ہوتا ہے ملک ایران میں ایسی حالت سے اوتر آئے ہیں۔ جبکہ وہ مشتعل تھے۔ لیکن وہ ایسے سخت ہیں کہ خارجی آتش سے بھی نہیں پگل سکتے۔ اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ ایک لوہے کا ٹکڑا جو آٹھ سو اونس (۸۰۰) ایک سو پچاس ٹن کے اوپر سے گر پڑا تھا اسکو بادشاہ وقت کے سامنے لے گئے اسنے اس سے ایک ارہ کے بنانے کا حکم دیا۔ اور عربوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جتنے اعالی کانی کے ارہ جو بہت ہی تیز ہیں اسی لوہے سے بنائے گئے ہیں؛

(۱۰) کتاب تدارک جس میں طبیب کے معالجہ میں خطا کرنے کے اسباب

ہیں اور یہ بھی ابوالحسین سہلی کے نام سے موسوم ہے ؛

(۱۱) رسالہ نبض کے متعلق زبان فارسی میں جسکے عنوان میں اُسنے یہ لکھا ہے. کہ عقید الدولہ نے میرے نام ایک فرمان لکھا جسمیں یہ لکھا تھا کہ میں دانش کے متعلق ایک کتاب لکھوں لیکن جو لوگ علم تاریخ سے واقف ہیں۔ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ دیباچہ محض غلط ہے! اسلئے کہ شیخ کی ولادت سے ایک سال پہلے عقید الدولہ مرچکا تھا مگر صحیح رائے یہ ہے کہ اس رسالہ کا مصنف ابوعلی مسکویہ ہے اور یا یہ کہ کاتب نے بجائے مجد الدولہ یا شمس الدولہ کے عقید الدولہ لکھدیا ہے۔ لیکن موسیقار کا مسئلہ جو قانون میں لکھا ہے اس رسالہ میں اُس سے بہت ہی مختلف عبارتیں جو لکھی ہیں اُن سے قول اول کی تائید ہوتی ہے

شیخ کی وہ کتابیں جو اُس نے ملک جرجان میں تصنیف کی ہیں حسب ذیل ہیں

(۱) کتاب اوسط جرجانی علم منطق میں جو ابو محمد شیرازی کے نام سے موسوم ہے ؛

(۲) کتاب مبدا و معاد بحث نفس ناطقہ میں ہے۔ یہ کتاب شیخ ابو محمد بن ابراہیم فارسی کے نام سے معنون کی ہے ؛

(۳) کتاب ارصاد کلیہ بنام شیخ ابو محمد۔ اس کتاب کو اُس نے ملک رے میں ختم کیا ؛

(۴) کتاب معاد جو مجد الدولہ دیلمی کے نام سے معنون کیگئی ہے ؛

(۵) رسالہ خواص سکنجبین جسکا ترجمہ لاطینی زبان میں کیا گیا ہے ؛

(۶) رسالہ خواص حیوانات میں جو ارسطو کی کتابوں سے منتخب کیا گیا ہے۔ اسکو اُسنے ہمدان میں ختم کیا ؛

(۷) کتاب شفا علم حکمت میں جو اٹھارہ جلدوں میں ہے اور شیخ کی سب کتابوں میں یہ کتاب زیادہ مشہور بلکہ قابل قدر بیش کتاب ہے۔ اسکی تصنیف کی بابت صاحب طبقات الاطباء لکھتے ہیں کہ شیخ نے اسکو بیس مہینے کے عرصہ میں ختم کیا ہے اس کتاب میں اپنے متقدمین اور متاخرین کے کلام پر نہایت

سنجیدگی اور متانت سے ریویو کیا ہے اور اسمیں عجیب و غریب مشاہدات کو بیان کیا ہے۔ چنانچہ فن ہیئت میں کہتا ہے کہ دھاگر تع ذهرخ کمر تع عطاس دائغ لیکن زہرہ اور عطارد کا کرہ۔ لیکن یہ معلوم رہے کہ شیخ الرئیس غلطی سے علم الٰہی میں محفوظ نہیں ہے اور ریاضی کے مسائل میں بھی اسپر شک و شبہات ظاہر کیے جا سکتے ہیں اور اسنے بوجہ غرور کمالات اور قصور آلات فلکیات کے بیان میں بھی صرف وہم شبہ سے کام لیا ہے۔ لیکن حق کی بات کی تحقیق اور تحصیل سے بے بہرہ رہ گیا ہے بلکہ اسنے اپنے مشاہدات کو عین مقصود سمجھکر اسکو بطور یقین کے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مینے زہرہ کی ستارہ کو جرم شمس پر بطور ایک خال کے دیکھا ہے۔ اور یہ امر بھی زیادہ تعجب کی بات ہے کہ ابن اوندلسی جو اُس سے متفق الرائے ہے۔ اُس نے اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز باتیں لکھی ہیں وہ کہتا ہے کہ میں ایک روز کوٹھے پر کھڑا ہوا تھا۔ جب میری نظر قرص خورشید پر پڑی تو مجھکو اُس قرص پر دو خالیں نظر آئیں مینے خیال کیا اور جو کہ آخر میں صحیح بھی معلوم ہوا کہ یہ دو خالیں جو دکھائی دے رہی ہیں زہرہ اور عطارد ہیں بس میں نے کوٹھے سے اوترکر کتاب زیج لیکر جدول اور تقاویم سے سیارات کا استخراج کیا پھر معلوم ہوا کہ عطارد اور زہرہ کا قران ہوا ہے اور یہ دونوں بمقابلہ شمس کے احتراق میں ہیں۔ پھر مجھکو اپنے عمل سے اس بات کا یقین ہوا کہ یہ دونوں خال عطارد اور زہرہ ہیں۔ گو کہ اوندلسی کے اقوال میں شیخ کے اقوال سے زیادہ قباحتیں ہیں لیکن اُن بزرگ اور لایق لوگوں کی عیب چینی اخلاق کے خلاف ہے۔

اب ہم چند ایرادات کا ذکر کرتے ہیں اور انجملہ قاضی زادہ رومی ترتیب افلاک کے بیان میں لکھتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ صاحب مجسطی کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ عطارد اور زہرہ فلک قمر کے اوپر فلک شمس کے نیچے ہیں۔ اور اسکی رائے کو جمہور متاخرین نے تسلیم کیا ہے اسکے بعد وہ کہتا ہے کہ شیخ کا مشاہدہ بھی اسی مدعا اور عقیدہ کے لیے کافی شہادت ہے۔ ملکزادہ یعنے وزیر علوم سلطنت ایران نے اپنی بعض مجموعوں میں لکھا ہے کہ یہ اور بھی زیادہ تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ ہمارے زمانیکے حکماء جنکو مسائل ہیئت اور مقاصد نجوم میں کامل ملکہ ہے کسوف کی نسبت مختلف اور متعدد علتیں اور اسباب تحقیقات سے استقرار کیا ہے۔ جو کہ باب کسوف میں مشرح بیان ہو چکا ہیں

تاہم صرف عدم عرض اور زہرہ اور عطارد کا بمقابلہ شمس کے احتراق میں ہونا جو جرم شمس پر خال کے ہونے سے مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ یہ یقین کرتے ہیں کہ وہ خال حقیقت میں ستارہ زہرہ ہے جیسا کہ شیخ کا اعتقاد ہے یا یہ کہ وہ دونوں خال زہرہ اور عطارد کے ہیں۔ اور ابن اوندلسی کی بھی یہی رائے ہے۔ لیکن ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ ایسے مواقع پر وہم اور گمان سے نتیجے کہنا مناسب ہے۔ لیکن حزم اور یقین ہے ہمارے مدعا کی تائید اور ان کے ادعا کی توہین خود علم ماہیت جدیدہ سے ثابت اور آشکارا ہو جاتی ہے اسلئے کہ اس زمانے کے حکما یقین کے ساتھ یہ بات عام و خاص سے کہہ رہے ہیں ۔

کہ جرم شمس پر کلف (داغ) ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی تالیفات میں لکھتے ہیں۔ کہ رنگین شیشوں اور دوربینوں کے ذریعے سے جب ہم آفتاب پر نظر ڈالتے ہیں تو اس کی سطح پر مختلف وضع کے سیاہ کلف دکھائی دیتے ہیں۔ اور اُن کی حرکت سے معلوم ہوا ہے کہ آفتاب پچیس شبانہ روز اور کچھ عرصے میں اپنے محور کے اطراف پھر جاتا ہے اور منجموں نے اس میں مختلف اوضاع اور حالات کو مشاہدہ کیا ہے۔ اور اس کلف کو پہلے پہل فائر لیبون نے سنہ ۱۰۲۰ میں مشاہدہ کیا ہے اسکے بعد ایک نامی شخص کلیلیہ نے بھی سنہ ۱۰۲۱ میں دیکھا ہے۔ حاصل کلام اس کلف کی شکلیں بہت ہی غیر مترتب اور بے ثبات ہیں اور اُن ہر ایک کا محیط بہت صاف اور واضح ہے اور اسکے اکثر اشکال کے کنارے اپنے متن (وہ سطح جو خطوط کے درمیان ہو) سے زیادہ چمکدار ہیں۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ظل (سایہ) محیط کا شبیہ یا مثال ہے ۔

ہرشل جو فرنگستان میں نامی حکیم ہے۔ کلف کی نسبت اس نے جو شرح لکھی ہے۔ ہم بعینہٖ اسکو یہاں نقل کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے "وہ کہتا ہے کہ آفتاب کی کلف کو بقا اور ثبات نہیں ہے۔ اور دن بدن بلکہ لمحہ بلمحہ اس کی مساحت اور مقدار میں تغیرات اور تبدلات ہوتے رہتے ہیں۔ اور جسکی وجہ سے اسکو ابعاد[1] میں کمی و زیادتی ہوتی رہتی ہے اور اسکی شکلیں بدلتی جاتی ہیں۔ اسکے بعد وہ کلف اپنے مقام مرئی سے بالکل محو ہو جاتا ہے اور دوسرے مقام میں جہاں بالکل کلف کا اثر بھی نہیں ہوتا یکایک اس

[1] ابعاد ثلثہ سے مراد طول۔ عرض اور عمق ہوتی ہے ۔

دوسرے مقام پر نمایاں ہوتا ہے۔ اور جب وہ کلف ایک مقام سے عدم اور منتقل ہو دوسرے مقام میں جانا چاہتا ہے تو اول اسکا متن وسط جو بہت ہی باریک ہوتا ہے نقصان پذیر ہونے لگتا ہے اور اسیطرح اس عرض سے گھٹ کر دوسرے طول پر زیادتی پیدا کرتا ہے۔ جس حال میں کہ وہ کم و زیادہ ہوتا رہتا ہے اس اثنا میں وہ بالکل مستطیل بنجاتا ہے۔ اور قبل اسکے کہ وہ منتفی (معدوم) ہوجائے اسکے اطراف و حواشی کی بعضی مدہم بلکہ محو ہونے لگتی ہے۔ اور کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے کہ ایک کلف کی دو شعبیں (شاخیں) ہوکر دو کلف بنجاتی ہیں اور کبھی چھوٹے چھوٹے چند مستعد کلف بھی ہو جاتے ہیں۔ ان حالات کا ظہور اس بات کی دلیل ہے کہ سخت سیلان اور جریان کا وجود بجز ان مائعات کے جو سائل ہوتے ہیں اور کسی میں نمایاں نہیں ہوتا ہے اور اقسام رقیقہ ہی میں ہی وہ صورت پذیر ہوتا ہے اور نیز دن میں بھی یہ بات تموج شدید کے وجود پر کافی دلیل ہے جو کہ اسطرح کا تموج ہوا میں ہی مناسب معلوم ہوتا ہے یا یہ کہ جسجگہ جسوقت بخارات جمع ہوتے ہیں اسوقت ان سے یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ان حرکات کے ظہور کے عرصے کی کوئی وسعت ہی نہیں ہے۔ بلکہ وسعت میں اور زیادہ ممتد رہتے ہیں اور نجومیوں کے ذریعہ رصد کے ان کلفوں کو دیکھا ہے۔ کہ ان کا حقیقی قطر دس ہزار فرسنگ سے بھی متجاوز ہے۔ اور یہ مقدار زمین کے قطر کے مقابلے میں ہیچ جگہ نہ ہے۔ پس اس حساب سے ایک رات دن کے عرصے میں اس کلف کے دونوں ضلعوں میں سے ایک ضلع بمقدار تیس فرسنگ بلکہ اس سے بھی زیادہ سیر کرکے حل جاتا ہے اور پھر وہ اسی حالت میں ہوتے ہیں۔ یہانتک کہ چھ ہفتے کے عرصے میں وہ کلف بالکلیہ معدوم ہوجاتا ہے اور چھ ہفتہ سے زیادہ شاید ہی کوئی نادر کلف قائم رہتا ہے اور اگر وہ قائم رہی تو وہ بڑی توجہات میں اشتہار ہوتا ہے۔

لیکن ہرشل یہ کہتا ہے کہ وہ کلف فرض ہے جو ستر روز تک ظاہر اور قائم رہتا ہے لیکن جو تادرستی وہ خود جو نقل کرتا ہے وہ یہ ہے کہ بڑے کلف کے اطراف میں یا اس مقام میں جہاں کلف زیادہ جمع رہتے ہیں اکثر اوقات اس میں ایسے مواضع دکھائی دیتے ہیں جو سب حصوں سے زیادہ روشن ہوتے ہیں اور ان روشن اور چمکدار مواضع کو زبان فرانس میں فاکول (مشعل) کہتے ہیں اور یہ کبھی کبھی ہو

کے قریب میں بعض اور کلف دکھائی دیتے ہیں جو اس سے پہلے ان مواضع میں نہیں تھے اس سے یہ قوی احتمال ہوتا ہے کہ وہ کلف بعینہ یعنی بجائے خود ایک طوفان عظیم ہوں جو بوجہ ہوا کے سخت تموج کے جو ہوا کے طبقہ اعلیٰ میں ہوتا ہے اور یہ آفتاب پر محیط ہی ظاہر ہوتا ہے ؛

"حاصل کلام باوجود اس تفصیل کے بھی ابتک اُن کی مقدار اور تعداد کامل طور پر دریافت نہیں ہوئی اسلیئے کہ وہ بادل کے ٹکڑوں سے بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہیں۔ چنانچہ اُن کی تعیین اور شمار نا ممکن ہے اور اسیواسطے کلف کی تحقیق کسی قاعدہ اور ضابطہ کی تحت میں نہیں آسکتی"۔ تاہم ہمکو اپنے متقدمین حکماء کا مشکور ہونا چاہیئے جو باوجود نقصان آلات بلکہ اُن آلات کے نہ ہونے پر بھی ایسے امور کو جہانتک ممکن تھا دریافت کیا اور ہمکو اپنے تصنیفات میں بیان کیا۔ چنانچہ قاضی زادہ لکھتا ہے کہ اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ قرص آفتاب پر چند سیاہ داغ ہیں جو اس کے مرکز سے تھوڑے ہی اونچے ہیں جیسے چاند میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ پس ان وجوہ سے یہ لوگ تحسین و آفرین کے بمقابلہ حکمائے یورپ کے زیادہ مستحق ہیں۔ جنہوں نے صدیوں کی تحقیقات اور بذریعہ آلات معتبرہ اور عمدہ طلسکوپوں کے ان امور سے واقفیت حاصل کی ہے ؛

ہمارے دعوے کی صداقت اور شیخ اور ابن اوندلسی کے ادعا کے بطلان پر یہ کافی شہادت ہے کہ علمائے ہیئت جدیدہ اور صناعان ارصاد موجودہ جو کسوف شمس کا زہرہ اور عطارد سے ہونا بطریق تحقیق اور ثابت کیا ہے اور اُنکی علتوں اسباب کو معلوم کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ صحیح استخراج کے عمل سے یہ ابھی تک واضح طور پر معلوم نہیں ہوا ہے کہ کسی زمانے بھی زہرہ اور عطارد ایک ہی وقت اور ایک ہی زمانہ میں آفتاب پر واقع ہوئے ہوں۔ مگر یہ واقعہ محال اور ممتنع نہیں ہے۔ لیکن اسکے وقوع کے جیسا کہ ابن اوندلسی نے بیان کیا ہے معتقد نہیں ہیں لیکن ان میں سے ایک کا آفتاب پر واقع ہونا صحیح اور یقینی تصور کیا گیا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ یہ امر بارہا واقع ہوا اور واقع ہوتا رہے گا ؛

ط چنانچہ بیسور کو سلطنت فرانس کے رصد خانیکا سابق صدر حاکم آفتاب سے عطارد

کے عبور کرنے کی نسبت لکھتا ہے کہ ایک عرب کے طبیب اور منجم نے جسکو ابن رشد کہتے ہیں بارہویں صدی عیسوی — واقع پانچویں صدی ہجری میں یہ خیال کیا ہے کہ اُسنے خود جرم عطارد کو قرص آفتاب پر دیکھا ہے۔ لیکن جسوقت کہ عطارد نے آفتاب پر سے عبور کیا تھا اُسکا قطر بارہ ثانیہ[1] سے نو یا دس نہیں تھا اور کلف جو مستدیر اور سیاہ جسکی مقدار بارہ ثانیہ ہوتی ہے۔ قرص آفتاب پر ٹھیک طور پر دیکھا نہیں جاسکتا لیکن اسکے بیان سے اسبات کا قوی احتمال ہوتا ہے کہ اُسنے آفتاب کے جس کسی ایک کلف کو دیکھا ہے عطارد خیال کر لیا ہے۔ بلکہ ہم اسی بحث کو گالیلیو اور کیپلر کے ادعا کے مقابلے میں پیش کر سکتے ہیں اسنے ۱۶۰۷ء مطابق اوسط سفر ۱۰۱۶ھ میں عطارد کو قرص آفتاب پر دیکھا ہے۔ لیکن عطارد کو قرص آفتاب پر سب سے پہلے جسنے دیکھا ہے وہ گاسنڈی ہے جو پیرس کے مدرسے کا معلم تھا۔ اسنے ۷ نومبر ۱۶۳۱ء مطابق اوسط ۱۰۴۱ھ میں شہر پیرس میں عطارد کو قرص آفتاب پر دیکھا تھا اور یہ اس ترکیب سے دیکھا گیا ہے کہ اسنے ایک سفید کاغذ پر آفتاب کا عکس لیا تھا اور اسوقت رویت کلف کا بھی طریقہ مستحسن سمجھا جاتا ہے۔ دیکھکر وہ چیخ اٹھا کہ میں نے وہ چیز دریافت کی ہے جسکی تحقیق و تفتیش میں حکمائے طبعی سالہا سال تک سرگرداں رہ چکے ہیں۔ لیکن اوسکا مقصود حجر حکما اور زیبق (سیماب) وطلا سے تھا ۔

حاصل کلام ہم اس وقت میں یہ خیال کرتے ہیں کہ آفتاب پر جو چیز ہے وہ زہرہ ہے اور جسکا مشاہدہ قرین قیاس بھی ہے اور نیز یہ کہ علمائے ہیئت اور نجوم اور صاحب ارصاد و زیجات جو اپنے دعاوی کے اثبات میں سوائے دلایل ہندسی کے کسی دلیل کو مستند اور معتبر نہیں سمجھتے ہیں انھوں نے انہیں دلایل سے اعلان کر دیا ہے۔ چنانچہ چند سال قبل یورپ کے منجمین نے یہ استخراج کیا تھا کہ ۱۸ شوال روز چہارشنبہ ۱۲۹۱ھ مطابق ۸ دینامبر ماہ فرانس ۱۸۷۴ء میں ستارہ زہرہ جرم شمس پر سے عبور کریگا اور اسوجہ سے جرم زہرہ سے جرم شمس میں کسوف نمایاں ہوگا ۔

[1] محیط آسمان کے ۱/۱۲ حصہ کا نام برج اور برج کے ۱/۳۰ حصہ کا نام درجہ اور درجہ کے ۱/۶۰ حصہ کا نام دقیقہ اور دقیقہ کے ۱/۶۰ حصہ کا نام ثانیہ ہے ۔

[2] یہاں سنوں میں کچھ غلطی ہوگئی ہے ۔

نیوٹن نے جو میرزا عبد الغفار نجم الملک مدرسہ دار الفنون کی کل ریاضیات کے معلم کا ہمعصر تھا اور جو ہیئت جدیدہ میں کامل دستگاہ رکھتا تھا خورمن کی منجمین یورپ کے موافق استخراج کیا اور تقویم میں اس حادثہ اور واقعہ کا حال مفصل لکھدیا۔

حاصل یہ کہ یورپ کے نجومیوں نے بعد استنباط اور استخراج کے اس واقعہ کا مفصل حال کہ وہ کن کن مقامات سے مشاہدہ کیا جائیگا لکھکر اطراف واکناف میں شایع کر دیا۔ اور نیز معتبر تلسکوپوں اور صحیح دوربینوں اور اور ضروری آلات وادوات جنکی اس عمل میں ضرورت پڑتی تھی ساتھ لیکر مختلف ملکوں کو چلے گئے تاکہ اس کسوف کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں بہت سے انمیں سے ملک چین کو روانہ ہوئے اور کچھ ہند میں پہنچے اور بعض راصدین ملک روس میں پہنچے۔ اور کچھ لوگ عکس کے ایک ہزار صفحہ اور تمام آلات لیکر اصفہان میں آکر مقیم ہوئے۔ اور ان میں سے چند لوگ طہران میں مرحوم سپہ سالار میرزا محمد خان قاجار دولو کی کوٹھی میں مقیم ہوئے اور روز موعود کا انتظار کرنے لگے پس یوم موعود یعنی ۲۸ شوال آن پہونچا۔

شہزادہ اعتضاد السلطنت وزیر علوم لکھتا ہے کہ طلوع آفتاب پر ہم نواب معتمد الدولہ فرہاد میرزا کے ساتھ مرحوم سپہ سالار کی کوٹھی کو روانہ ہوئے اور وہاں مشیر الدولہ وزیر امور خارجہ سپہ سالار اعظم حاجی میرزا حسین خان موجود تھے۔ اور اس مجمع میں نیز اور ارباب علم وفضل مثلاً مقرب الخاقان جعفر قلیخان رئیس مدرسہ مبارک دار الفنون و میرزا عبد الغفار نجم الملک وغیرہ حاضر تھے باوجودیکہ آفتاب برج قوس میں تھا اور ہوا میں انقلاب کا جو احتمال غبار اور ابر کی کدورت اس مشاہدہ کی مانع ہو سکے چنداں نمایاں نہ ہوا۔ پس جن آلات اور ادویات کی اس عمل میں ضرورت ہو سکتی تھی وہ نصب کر دیئے گئے۔ اور جو اشیا کہ اسکی مانع ہوتی تھیں وہ اٹھا دی گئیں اسکے بعد حسب مرضی نہایت اطمینان سے اس کسوف کے دیکھنے میں متوجہ ہوئے تقریباً دو گھنٹہ تک زہرہ کا جرم شمس پر سے عبور ہو رہا تھا اور اسکے جرم کے کنارہ سے مرعی دکھائی دیتا ہوتا تھا ہم برابر اسوقت تک دیکھتے رہے کہ زہرہ کے جرم شمس سے جدا ہونے کے لئے صرف چند دقیقہ باقی رہ گئے ہم نے کئی بار دیکھا کہ بوجہ شعاع شمس کے اس ہوا میں جو اسکے ارد گرد تھی اور جنکو زبان فرانس میں آتمسفر

کہتے ہیں اتنے حوادث اور اختلافات پیدا ہوئے جو بہت ہی عجیب و غریب معلوم ہوتے تھے

غرض یہ کہ ہمنے یورپین مصنفین کی علم ہیئت کی کتابوں میں جن امور کو دیکھا تھا اُن کو بتمامہ مشاہدہ کیا اور زہرہ کے اردگرد کی ہوا کا جو حال سنا تھا اسکو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

یہ معلوم رہے کہ صابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ دوزخ جسکی خبر خدا نے عیسٰی علیہ السلام کو دی ہے وہ کرہ زہرہ ہے اور بہشت جسکی خبر انھوں نے خبر دی وہ جرم آفتاب میں ہے اور یہ مذہب اسلام سے کسی قدر مناسبت رکھتا ہے جیسا کہ اخبار و آثار سے مستفاد ہوتا ہے کہ بہشت آسمان چہارم پر ہے۔

حاصل کلام ہمارے واپس ہونیکے بعد وہ بخوبی اپنے حساب میں مصروف ہوئے اور حسب قرار داد انھوں نے جو استخراج اور استنباط کیا ہے اسکے بموجب یہ اعلان دیا ہے کہ آٹھ سال کے بعد پھر جرم شمس زہرہ سے منکشف ہوگا اور تیسرے دوسرے سال میں یہ واقعہ پیش ہوگا۔ اور یورپ کے منجم اور اہل رصد عام مجہولات کی تحصیل اور معلومات کی تکمیل میں نہایت کوشش و تحقیق کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اس زمانہ کے کسوف کے دریافت کرنے میں نہایت سرگرمی کیساتھ متوجہ ہیں اسلئے کہ ٹیلیگراف کی جلد پہونچنے والی خبروں سے جس طریقے سے کہ اُن کی کتابوں میں مندرج ہے عمدہ طرح سے ایک مثلث بنا سکتے ہیں اور اسکے ذریعے سے آفتاب کے منظر کا اختلاف اور زمین کے بعد کو آفتاب کے مرکز سے جو کہ عالم ابعاد و اجرام کا منبع ہے معلوم کر سکتے ہیں پس اسی وجہ سے اس زمانہ میں جب صحیح استخراج کے رو سے اس قسم کے کسوف سے واقف ہو جاتے ہیں تو پھر اس کے مشاہدے میں کوئی تامل نہیں ہوتا ہے۔ پس ضروری طور پر ہر ملک میں جہاں کہ اُسکی رویت ممکن ہوتی ہے اُس جگہ پر قبل از وقوع واقعہ کے جایا کرتے ہیں۔ چونکہ یہ ایک دلچسپ اور پرانی اور نئی تحقیقات کے متعلق بیان تھا اس لیے ناظرین کی دلچسپی کے لیے اوسکا کچھ مختصر حال لکھدیا گیا اس لیے کہ اس امر سے واقفیت پیدا کرنے کے لیے بڑی بڑی ضخیم کتابوں کا دیکھنا ضروری ہوتا ہے۔

شیخ کی وہ کتابیں جو اُس نے ہمدان میں تصنیف و تالیف کی ہیں

کتاب ہدایہ علم حکمت میں۔ رسالہ ادویا قلبیہ کے بیان میں۔ اشارت ایک جلد میں جو علاج قولنج میں ہے۔ رسالہ ارشاد جو اسنے اپنے بھائی شیخ محمود کیلئے لکھا تھا۔ رسالہ حی بن یقظان[1]۔ کتاب قانون علم طب میں یہ کتاب مختلف مقامات میں تکمیل پاتی گئی۔ اسکا کچھ حصہ جرجان میں اور کچھ رے میں اور کچھ ہمدان میں لکھا جاکر پورا ہوا۔ یہ کتاب پانچ کتابوں پر مشتمل ہے۔ کتاب اول امور کلیہ میں اور یہ چار فنون پر مشتمل ہے۔ کتاب دوم ادویہ مفردہ میں اس میں دو جملہ ہیں۔ کتاب سوم امراض جزئیہ بدن میں جو کہ سر سے پاؤں تک ہوتے ہیں۔ اسمیں ۲۲ فن ہیں کتاب چہارم امراض جزئیہ میں جو اعضائے غیر مخصوص میں پیدا ہوتے ہیں اسمیں پانچ فن ہیں۔ کتاب پنجم ادویہ مرکبہ میں جو کئی فن اور دو جملہ سے مرکب ہے شیخ نے اس کتاب میں علاج سل اور ان قروح کے متعلق جو سینہ میں پیدا ہوتی ہیں لکھا ہے کہ میں نے بارہا آزمایا ہے اور ہر طرح سے انکو نافع پایا ہے وہ یہ ہے کہ مسلول آدمی کو کامل ایک سال تک گلقند شکر کا استعمال کرنا ضروری ہے اور ہر روز جسقدر ہو سکے روٹی کے ساتھ بھی استعمال کریں اور اگر اس میں ضیق النفس محسوس ہونے لگے تو بقدر حاجت شربت زوفا کا استعمال کریں اور اگر حمی دق (تپ دق) نمایاں ہو تو قرص کافور کا استعمال کریں اسمیں کوئی شک و شبہ نہ کریں بفضل خدا شفا ہی حاصل ہوگی۔ اگر مجھکو لوگوں کے طعن و تشنیع کا اندیشہ ہوتا تو بیان نہ کرتا اور چونکہ میں حقیقت میں لوگوں کے طعن و تشنیع سے نہیں ڈرتا ہوں اسلیے اسکے متعلق چند واقعات بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ایک عورت مرض سل میں مبتلا ہوگی

[1] حی بن یقظان اُس شہر کا حاکم تھا جہاں کہ شیخ محبوس تھا۔

اور اس کا مرض اسقدر بڑھ گیا کہ وہ مرض کی تکلیف سے تنگ ہو گئی۔ اور یہ بیماری اس قدر طول پکڑ گئی کہ اس نے اپنا مرنا ٹھان لیا۔ اور یہ کہا کہ میرے لئے سامان موت تیار کرایا جائے۔ لیکن اُس کا بھائی اس کے معالجہ پر آمادہ ہوا۔ اور وہ اُسی طریق سے اسکا علاج کرنے لگا۔ خدا کے فضل سے اس کا مرض زایل ہو گیا۔ اور اُسکو شفا حاصل ہو گئی۔ میں اس کتاب کے لکھنے سے بہت ہی پس و پیش کرتا اور شبہ پاتا ہوں۔ گو اس کو کس قدر گلقند کھلایا جاتا تھا۔ لیکن اتنا جانتا ہوں کہ میں اُس کی مقدار جتانے کی جرات نہیں کر سکتا ہوں۔ بلکہ میں یہ بھی سمجھتا ہوں۔ کہ وہ میرے بیان سے بہت زیادہ ہے۔ اور جس کا لوگ اعتبار نہیں کریں گے۔ کتاب انصاف جو بیس جلدوں میں ہے اُس کو اصفہان میں لکھا اور اس کتاب میں اُسنے ارسطو کی کتابوں اور رسالوں کی شرح لکھی ہے اور اس کتاب کے انصاف کے نام سے موسوم ہونے کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ اس میں اُس نے مشرق اور مغرب کے فلاسفروں کے درمیان فیصلہ کیا ہے چنانچہ صاحب طبقات الاطبار نے اس کی نسبت لکھا ہے کہ وہ النصف فیبین المشرقین والمغربین ہے جس زمانہ میں کہ سلطان محمود مسعودی حاکم اصفہان پر چڑھائی کی گئی۔ اس زمانہ کے فتنہ و فساد اور دار و گیر میں یہ کتاب تلف ہو گئی۔ اور دوبارہ جبکہ اس کو مدون اور مرتب ہونا چاہیئے تھا نہیں ہوئی۔ کتاب[۸] لغت العرب یہ کتاب پانچ جلدوں میں تھی۔ اور چونکہ اس کتاب کی نقل نہیں ہوئی تھی۔ ابو سہل کی لڑائی میں یہ بھی تباہ ہو گئی۔ کتاب[۹] حکمت علائیہ فارسی اور جس کا دوسرا نام دانش نامہ ہے علاؤ الدولہ کے لئے لکھی تھی۔ کتاب[۱۰] نجات دو جلدوں میں کتاب[۱۱] در علم مخارج حروف۔ رسالہ[۱۲] الطیر۔ کتاب[۱۳] حدود الطب۔ مقالہ[۱۴] در قوائے طبعیہ کتاب عیون[۱۵] الحکمت۔ اس کتاب میں علم طبعی و علم الٰہی اور ریاضی بیان کیا گیا ہے۔ دس جلدوں میں ہے۔ مقالہ[۱۶] عکوس ذوات الخطب التوحیدیہ میں۔ مقالہ[۱۷] الہیات میں۔ کتاب[۱۸] معجز کبیر منطق میں

کتاب نجات جس کا نام معجز صغیر بھی ہے۔ مقالہ در تحصیل سعادت
اس کو حجج عربیہ بھی کہتے ہیں۔ مقالہ در قضا وقدر جس زمانہ میں کہ شیخ
ہمدان سے سفر کرتا ہوا اصفہان کو جارہا تھا مسافرت میں لکھا ہے
مقالہ در خواص کاسنی۔ مقالہ فی اشارۃ الی المنطق۔ مقالہ در تعریف و
تقسیم حکمت و علوم۔ مقالہ شرخ ون اور پانی کے بیان میں۔ تعالیق طبیہ یہ کتاب
ابو منصور کے لئے لکھی تھی۔ مقالہ خواص خط استوا میں۔ یہ مقالہ ابوالحسن
بہمنیار کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ رسالہ ہیجدہ مسئلہ ابوریحان بیرونی کے
جواب میں مقالہ ہیئت ارض اور اس کے ثقیل مطلق ہونے کے بیان میں
کتاب حکمت المشرقیہ۔ مقالہ علم موسیقی میں۔ یہ مقالہ موسیقی کے اس
فصل کے علاوہ ہے۔ جو کتاب نجات میں قایم کی گئی ہے۔ مقالہ اجرام
سماویہ میں کتاب آلات رصد کے بیان میں۔ یہ کتاب اس نے اس زمانے
میں لکھی ہے۔ جب کہ علاءالدولہ نے اس کو اصفہان میں رصدگاہ
بنانے کے لئے کہا تھا۔ کتاب در کیسہ در صد اس کتاب میں علم طبعی پر چند
تعلیقات بھی ہیں۔ مقالہ عرض قاطیغوریاس۔ رسالہ اضحویہ معاد میں
مقالہ جسم طبعی اور تعلیمی میں۔ کتاب حکمت عرشیہ الٰہیات میں۔ مقالہ
اس بیان میں کہ زہد سے جو علم ہوتا ہے۔ وہ عمر کے حلم کے علاوہ ہے
کتاب تدبیر لشکر اور خراج لینے کے بیان میں۔ مناظرات جو ابوعلی نیشاپوری
اور شیخ کے درمیان ماہیت نفس میں ہوئے ہیں۔ کتاب خطا و تہجدات
اور استجلاع و قواحی میں اس کتاب میں اس نے ان امور کا جواب
لکھا ہے۔ جو بعض خطیبوں کو جو وہ مردوں کے ہیں۔ اس کی طرف
منسوب کئے گئے ہیں۔ مختصر اقلیدس۔ شیخ کا خیال تھا کہ اس کو کتاب نجات
میں شامل کر دیا جائے۔ مقالہ آرثماطیقی میں کتاب قصاید عشرہ اور
اشعار زہد وغیرہ میں۔ رسایل فارسی اس میں مخاطبات اور مکاتبات ہیں
تعالیق جنین ابن اسحق کی کتاب طب پر۔ کتاب معالجات میں یہ کتاب
قوانین کے نام سے بھی موسوم ہے۔ رسالہ چند مسایل طبیہ میں جواب ان

مسائل کا جو علمائے عصر نے اس سے سوال کیا تھا۔ مسائل شرح اللہ اکبر میں جوابات مسائل ابو حامد۔ جواب مسائل علمائے بغداد جس میں انھوں نے اس شخص سے سوال کیا تھا۔ جو ہمدان میں حکمت کا دعویٰ کرتا تھا۔ رسالہ علم کلام میں وہ باب میں ہے۔ شرح کتاب نفس ارسطاطالیس۔ مقالہ در نفس۔ مقالہ در ابطال احکام نجوم۔ کتاب الملح نحو میں۔ فصول الٰہیہ اثبات سبب اول میں۔ فصول نفس اور طبعیات میں۔ رسالہ بیان زہد میں یہ رسالہ ابو سعید بن ابو الخیر کے لئے لکھا تھا۔ مقالہ اس بیان میں کہ ایک ہی چیز جوہر و عرض نہیں ہو سکتی۔ رسالہ ان مسائل میں جو شیخ اور علمائے عصر کے ساتھ مختلف علوم میں کئے گئے تھے تعلیقات جن سے ابو الفرج بن ابو سعید یمامی نے شیخ سے مجلس درس میں استفادہ کیا تھا۔ اس میں شیخ نے ان مسائل کے جواب دیئے ہیں۔ مقالہ اپنی تصنیفات اور تالیفات کے بیان میں۔ کہ اس نے اس کتاب کو کہاں اور کس زمانہ میں تصنیف کیا ہے۔ رسالہ ابو الحسن عامری کے چودہ مسائل کے جواب میں کتاب مفاتیح الخزاین منطق میں۔ رسالہ جوہر و عرض میں۔ کتاب تاویل اور تعبیر رویا میں۔ مقالہ ابو الفرج بن طبیب کے کلمات کے رد میں۔ رسالہ عشق کے بیان میں۔ یہ رسالہ ابو عبید اللہ معصومی کے لئے لکھا گیا ہے۔ رسالہ انسان کے قوے اور ادراک کے بیان میں۔ مقالہ حزن (آلام) اور اس کے اسباب میں۔ رسالہ نہایت اور لا نہایت کے بیان میں کتاب حکمت حسین سہلی کے نام سے موسوم ہے ٭

تمام شد

پیسہ اخبار لاہور

جسمیں ہر ہفتہ ملک کے تمام ضروری معاملات پر اعلیٰ درجہ کی رائے زنی کیجاتی ہے اور انگریزی عربی۔ ترکی وغیرہ اخبارات کے چیدہ مضامین درج ہوا کرتے ہیں اور جسکو تمام اردو اخبارات سے زیادہ اور تازہ خبریں بہم پہنچانے کا فخر حاصل ہے جو بوجہ اپنی نہایت ارزان قیمت اور ہر دلعزیز پالیسی کے ہندوستان بھر کے تمام اردو اخبارات سے زیادہ چھپنے والا ہے قیمت معہ محصول ڈاک فقط اڑھائی روپے (عہ) پیشگی قیمت کی وصولی پر ایک یا چند نادر کتابیں ہر ایک خریدار کو مفت ملتی ہیں۔

انتخاب لاجواب

دنیا کے تمام نہایت دلچسپ اخباروں مفید کتابوں اور تحریروں کا عطر مجموعہ جسمیں ہزارہا ایسے قیمتی علمی اور عملی مضامین دل بہلانے اور تعلیم کیلئے درج ہوتے ہیں کہ جو اور کسی ذریعے سے اور زبان میں مل نہیں سکتے۔ ہندوستان میں کسی زبان میں اس قسم کی کوئی کتاب یا رسالہ نہیں چھپتا اردو زبان میں بے نظیر چیز ہے۔ ناظرین میں کئی قسم کے انعام تقسیم ہوتے ہیں اور نامہ نگاروں کو معاوضہ دیا جاتا ہے۔ ہفتہ وار حجم ۲۴ صفحہ کلاں تقطیع پیسہ اخبار لاہور۔

روزانہ پیسہ اخبار

روزمرہ تازہ بتازہ تار برقیاں نہایت عمدہ رائیں۔ تازہ ترین خبریں دیتا ہے۔ ہر روز علاوہ دیگر تصاویر کے ایک نہایت دلکش کارٹون ہوتا ہے۔ جو کسی روزانہ اخبار میں نہیں ہوتا۔ اسوقت تمام اردو اخبارات میں مسلم لیڈر ہے۔

قیمت سالانہ پندرہ روپے۔ سہ ماہی پونے چار روپے۔

بچوں کا اخبار

انگلستان اور امریکہ میں کم از کم ایک سو اخبار بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق شائع ہوتے ہونگے مگر اردو زبان میں تمام ہندوستان میں ایسا ایک اخبار یا رسالہ بھی شائع نہیں ہوتا۔ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے بچوں کا اخبار بڑی آب و تاب کے ساتھ کارخانہ پیسہ اخبار سے ماہوار شائع ہوتا ہے اور اسے ملک کے تمام اخبارات اور اہل الرائے لوگوں اور محکمہ تعلیم کے اکثر افسروں نے بچوں کے اخلاق آداب اور تعلیم و تربیت کیلئے نہایت مفید تسلیم کیا ہے۔ کوئی بال بچے والا گھر اس سے خالی نہ رہے قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک دو روپے (عہ) چھ آنے۔ (درخواستوں کا پتہ۔ مینجر پیسہ اخبار لاہور)